370

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی
حفظہ اللہ
مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

اپریل ۲۰۱۵ء

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

۴ سعودی اتحاد کے ذریعے یمنی بغاوت کی سرکوبی
۳۸ نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے سو طریقے
۶۳ فتنہ مفہوم، وسعت اور طرزِ عمل
۷۳ رسم ورواج کی پاسداری اور اسلامی شریعت

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان
ویب سائٹس
محدث لائبریری
KitaboSunnat.com
محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
محدث میگزین
محدث فورم
Forum.Mohaddis.com
یومیہ 15000 وزیٹرز
ہر لمحہ 2000 قارئین
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
ڈاکٹر حافظ انس نضر
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
قاری مصطفیٰ راسخ
قاری خضر حیات
انجینئر محمد شاکر اعوان
انجینئر عمیر حسن راجہ
خصوصیات
اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس
اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لیے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
تمام ویب سائٹس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت
جاری پروگرام
محدث لائبریری
(KitaboSunnat.com)
یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
حالات کی مناسبت سے اہم مضامین
محدث فتویٰ
(UrduFatwa.com)
تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ لوڈنگ
نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات
محدث میگزین
(Magazine.Mohaddis.com)
45 سال کے تقریباً 90 فیصد شمارے
(Unicode / PDF)
محدث فورم
(Forum.Mohaddis.com)
موضوعات: 20829 تحریرات: 170731
اراکین: 2497
مستقبل کے منصوبے
حدیث پراجیکٹ
محدث یونیکوڈ لائبریری
محدث آڈیو، ویڈیو پیکشن
رسائل وجرائد پیکشن
ماہانہ اخراجات پونے دو لاکھ روپے
زیر اہتمام مجلس التحقیق الاسلامی 99-J ماڈل ٹاؤن، لاہور
Mobile: +92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com
Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

magazine.mohaddis.com

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدّث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

اعزازی مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

جلد ۴۷ | اپریل ۲۰۱۵ء / رجب المرجب ۱۴۳۶ھ | عدد ۱

مجلسِ اِدارت
ڈاکٹر حافظ انس مدنی — ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی
حافظ عمران الٰہی — محمد کامران طاہر

نائب مدیر
محمد نعمان فاروقی

انتظام و ترسیل
محمد اصغر
03054600861

زر سالانہ = /۳۰۰ روپے
فی شمارہ = /۶۰ روپے

بیرون ملک
زر سالانہ = /۲۰ ڈالر
فی شمارہ = /۴ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
042-35866476
35866396
Email:
IRC99J@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

فہرست مضامین

فکر و نظر
سعودی اتحاد کے ذریعے یمنی بغاوت کی سرکوبی — ۴
(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

حدیث و سنّت
صلاحیتوں کی پہچان اور اُسوۂ نبوی — ۲۷
محب اللہ قاسمی

حقوق النبی ﷺ
نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے سو طریقے — ۳۸
سلمان بن حمد عطی
ترجمہ: نائب مدیر

انٹرویو
نامور مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی ﷾ سے ایک انٹرویو — ۵۱
ملک کامران طاہر

اسلامی معاشرت
فتنہ مفہوم، وسعت اور طرزِ عمل — ۶۳
محمد نعمان فاروقی
رسم و رواج کی پاسداری اور اسلامی شریعت — ۷۳
فاطمہ جلیل فلاحی

Islamic Research Council

magazine.mohaddis.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعودی اتحاد کے ذریعے یمنی بغاوت کی سرکوبی

مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال، امکانات اور پاکستان کا کردار

یمن میں جاری خانہ جنگی کا پس منظر طویل ہے، خدانخواستہ یہ ایک عالمی جنگ کی طرف نہ بھی بڑھے تو مستقبل میں عالم اسلام میں اس کے اثرات بڑے دور رَس دکھائی دیتے ہیں۔ اصل صورتِ واقعہ کیا ہے اور اس کا درست حل کیا ہونا چاہیے، پاکستان کو اس میں کیا کردار ادا کرنا چاہیے، ذیل میں ان پہلوؤں پر ہماری معروضات پیش خدمت ہیں:

یمن کی خانہ جنگی کے فریق

یمن کی خانہ جنگی کے تین نمایاں فریق ہیں: اوّل) یمنی صدر عبد ربّہ ہادی منصور کے تحت قائم قانونی حکومت جس کے مطالبے پر اُس کے تحفظ واستحکام کے لیے سعودی عرب معاونت کر رہا ہے۔ خلیج تعاون کونسل کے عمان کے علاوہ پانچوں ممالک (سعودی عرب، امارات، قطر، کویت اور بحرین) عرب لیگ، اُردن، لبنان، مصر، سوڈان اور مراکش وغیرہ کا غیر مشروط تعاون سعودی اتحاد کو حاصل ہے۔ غیر عرب میں عالم اسلام کے اہم ممالک ترکی، ملائشیا اور پاکستان بھی اس کے ہم نوا ہیں۔ یمنی حکومت کے مطالبے پر ان اتحادی افواج کی قیادت سعودی عرب کر رہا ہے۔ ان کے ساتھ یمنی حکومت کی وفادار افواج اور عوام کی اکثریت شامل ہیں۔ یمن کی قانونی اور اخلاقی حکومت اُن کے پاس ہے، اقوام متحدہ بھی اسی فریق کی تائید کرتی ہے۔

---

۱ اقوام متحدہ کا رویہ تبدیل ہوتا رہتا ہے، ایک طرف وہ قانونی حکومت کے طور پر عبد ربہ منصور ہادی کو صدر تسلیم کرتی ہے تو دوسری طرف ۲۱ ستمبر ۲۰۱۴ء میں حوثیوں کے صنعا میں ایک ماہ کے دھرنے کے بعد اقوام متحدہ کے ایلچی جمال بن عمر کی نگرانی میں یہ معاہدہ طے پایا کہ عبد ربہ کی حکومت مستعفی ہو جائے گی اور ٹیکنوکریٹس کی حکومت عنقریب قائم کی جائے گی۔ اب یمن کی حالیہ جنگ میں ۱۵/اپریل ۲۰۱۵ء کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل نے حوثی باغیوں کو ایرانی اسلحہ کی فراہمی پر پابندی عائد کرتے ہوئے اُنہیں صنعا اور عدن و مقبوضہ علاقوں سے نکلنے کا حکم دیا ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دوم) دوسری طرف حوثی باغیوں کی مدد کرنے والوں میں یمن پر ۳۰ سال اقتدار میں رہنے والے سابق آمر صدر علی عبد اللہ صالح اور اس کی ملیشیا، سابق صدر کی حامی اسٹیبلشمنٹ جو فوج اور انتظامیہ میں ہے، اور ایران کی بھرپور معاونت شامل ہے۔ حوثی اور سابق صدر صالح کی حامی روفادار ملیشیا کی تعداد ایک، ایک لاکھ سے زائد ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حوثی قبائل مزاحمت کی اصل طاقت نہیں بلکہ فیصلہ کن قوت دو برس قبل معزول ہونے والے آمر علی عبد اللہ صالح اور اس کے حامی عناصر کو حاصل ہے۔ علی عبد اللہ صالح نے لمبی حکمرانی کے دور میں اربوں ڈالر کے اثاثے جمع کیے ہیں، وہ جارحانہ اور توسیع پسندانہ عزائم رکھتے ہوئے سعودی عرب کے اہم شہروں مثلاً طائف تک یمن کی حدود کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح عرب بہار کے نتیجے میں مصر میں جمہوری قیادت سنبھالنے والے صدر ڈاکٹر مُرسی کو صرف ایک سال کے بعد جون ۲۰۱۳ء میں معزول کر کے، عالمی قوتوں نے جنرل عبد الفتاح سیسی کو سریر آرائے اقتدار کر دیا تھا، اور اس سلسلے میں مغربی قوتوں کی حقیقی مدد حسنی مبارک کی برسہابرس سے چلی آنے والی اسٹیبلشمنٹ نے کی تھی، اسی طرح یمن میں بھی آمر علی عبد اللہ صالح کی سابقہ انتظامیہ، فوج و بیوروکریسی فیصلہ کن قوت ہیں، جنہوں نے حوثی قبائل کی آڑ لے رکھی ہے۔ اور حوثی قبائل کے غلبہ جماتے ہی وہ اُن سے حکومت چھیننے یا اُن کی مفاہمت سے حکومت چلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں شمالی و جنوبی یمن کو متحد کرتے ہوئے سعودی عرب کی حمایت سے علی عبد اللہ صالح کا اقتدار متحدہ یمن تک وسیع ہو گیا تھا۔ عرب بہار کے نتیجے میں عوامی غیظ و غضب کے سامنے نومبر ۲۰۱۱ء میں علی عبد اللہ صالح نے خلیج تعاون کونسل کی ضمانت پر بعض شرائط پر اقتدار سے علیحدگی قبول کی تھی، جن میں اس کے نائب عبد ربہ ہادی منصور کو صدر بنا دینے کے ساتھ، علی عبد اللہ صالح کے پاس فوج کی ایک بڑی تعداد کی تدریجاً قیادت چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، لیکن اس پر عمل درآمد نہ کرتے ہوئے، اس وقت تک یمنی فوج کی اکثریت علی عبد اللہ کے ہی زیر اثر ہے۔ گویا دوسرا اور باغی فریق بظاہر حوثی، درحقیقت سابقہ یمنی آمر اور اس کی حامی قوتوں اور درپردہ ایرانی معاونت کا مجموعہ ہے۔ پہلے فریق نے عملاً بغاوت کی قیادت سنبھال رکھی ہے، سابقہ یمنی آمر خلیج تعاون کونسل سے معاہدہ کر کے، ان کی ضمانت کے بعد، اپنے عہد سے پھر چکا ہے، اور ایران آج تک علانیہ فریق بننے کے بجائے ان دونوں کی درپردہ مدد کر رہا ہے، کیونکہ حوثی اور علی عبد اللہ صالح دونوں ہی شیعہ ہیں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سوم) یمن کا تیسرا فریق امریکی فوج اور مغربی لابی ہے، جو ۲۰۰۴ء میں 'مرکز برائے انسانی حقوق' اور ۲۰۱۱ء میں 'ریسپانسو گورننس پروجیکٹ' وغیرہ کے ناموں اور اپنی افواج کے ذریعے سرگرم عمل ہے، گذشتہ ۱۱ سالوں میں یمن میں این جی اوز کے ذریعے لاکھوں ڈالر کے امریکی پروجیکٹ شروع کیے گئے ہیں۔ یہ سازشی عناصر یمنی نوجوانوں میں بے حیائی، فحاشی اور لبرل خیالات وآزادی کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ 'جنوبی عرب ریاست' کے قیام کے لیے متحرک ہیں۔ امریکی افواج طویل عرصہ یمن میں موجود رہیں اور ڈرون حملوں کے ذریعے وہاں القاعدہ کو نشانہ بنایا جاتا رہا، جو فی زمانہ دنیا بھر میں القاعدہ کا سب سے مضبوط نیٹ ورک ہے۔ القاعدہ کے ساتھ داعش کے جنگجو بھی شریک ہیں جنہوں نے امریکی اڈوں پر حملہ کرنے اور اُنہیں بھگانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے (امریکی افواج نے مارچ ۲۰۱۵ء میں یمن سے بظاہر اپنے فوجی نکالنے کا دعویٰ کیا ہے)۔ انہی دنوں یمنی شہر مکلا کو القاعدہ نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔

بظاہر مغربی اقوام یمن کی قانونی حکومت کی تائید کرتی ہیں، سعودی عرب کے امریکی سیاسی حلیف ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے لیکن درپردہ امریکی لابی، حوثی اور باغی عناصر کی معاونت کرتی ہے، جیسا کہ صنعا میں ستمبر ۲۰۱۴ء میں حوثیوں کے غلبے کو امریکی این جی اوز اور اُن کے سرکردہ عناصر نے خوش آمدید کہا اور فروری میں عبد ربہ ہادی منصور کی یمنی فوج کی بظاہر تائید کے لیے بھیجا جانے والے نصف ارب ڈالر کا اسلحہ عملاً حوثی قبائل کے ہاتھ لگوا دیا گیا، جن میں ہیلی کاپٹر، جنگی کشتیاں، ڈرون طیارے اور لاکھوں ایمونیشن راؤنڈز شامل ہیں۔ ان حوثیوں کو ڈیڑھ برس قبل ایران نے بھی بحری جہازوں کے ذریعے بھاری اسلحہ پہنچایا، اور صنعا پر باغیوں کے قبضے کے دوران بھی باقاعدہ ایرانی طیاروں کے ذریعے وسیع پیمانے پر اسلحہ پہنچایا گیا۔ ان دنوں بھی ایرانی بحریہ یمنی ساحلوں کے قریب منڈلاتی رہتی ہے اور یومیہ تین بحری جہاز ایرانی اسلحہ پہنچا رہے اور یمن کے زخمیوں کو طبی امداد مہیا کی جا رہی ہے۔ ۱۵/ اپریل کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ۱۵ میں سے ۱۴/ ارکان نے حوثیوں کو اسلحہ کی فراہمی پر پابندی لگاتے ہوئے، اُنہیں صنعا اور یمن سے نکل جانے کا حکم دیا ہے، سلامتی کونسل نے یمنی خانہ جنگی کی اہم ترین وجہ علی عبداللہ صالح کے ناجائز اقدامات کو قرار دیا ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ایران سے اہل مغرب کا ایٹمی معاہدہ؛ ملتِ اسلامیہ کو لڑانے کی سازش

یمن کی خانہ جنگی میں عالم کفر کا رویّہ بڑا پیچیدہ ہے۔ ایک طرف امریکہ اور عالمی قوتوں کی شدید خواہش ہے کہ عالم اسلام باہمی شورشوں اور آویزشوں کا شکار رہے، ان کی سرزمین طویل عرصے تک میدانِ جنگ بنی رہے۔ اس مقصد کے لیے عالم اسلام میں پھوٹ ڈالتے ہوئے شیعہ عنصر کو پروان چڑھانا اور اُنہیں تقویت دینا عالمی سامراج کی حکمتِ عملی کا بنیادی نکتہ ہے تاکہ اس طرح ملتِ اسلامیہ کو آپس میں لڑا کر، ہر دو طرف سے فوائد حاصل کیے جائیں۔ اسی حکمتِ عملی کے تحت ماضی قریب کی جنگِ خلیج سے امریکہ نے عظیم مالی فوائد سمیٹے۔ داعش کی صورت میں عراق میں دولتِ اسلامیہ کے قیام سے بھی امریکہ کی قیادت میں عالم کفر اپنے ان شر انگیز مقاصد سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا۔ اس بنا پر ایران کا ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونا بھی عالم کفر کو مسلم ممالک سے زیادہ بہتر فوائد حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔

امریکہ اور اس کے حواری ممالک یہ چاہتے ہیں کہ عالم اسلام میں کچھ کی ظاہری مدد کریں اور کچھ کی مخفی اور دونوں طرف سے اپنے فوائد سمیٹتے اور اسلام و مسلمانوں کو کمزور تر کرتے رہیں۔ اسی حکمتِ عملی کے تحت دو ماہ پہلے تک بظاہر امریکہ کی سٹریٹجک سپورٹ القاعدہ اور داعش کے خلاف موجودہ یمنی حکومت کو حاصل تھی۔ سعودی عرب نے عالم اسلام کے اتحاد کے بعد اپنے تئیں ۲۵ مارچ کو بدھ کی رات یمن کے خلاف فضائی حملوں کا آغاز کر دیا تو امریکہ میں متعین سعودی سفیر کو طلب کر کے صورتحال کی وضاحت لی گئی اور دو روز بعد امریکہ نے از خود سعودی اتحاد کی تائید کر دی۔

اہم سیاسی چال چلتے ہوئے ۳؍اپریل کو سات ایٹمی طاقتوں نے ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ پر اتفاق کر کے سعودی فرمان روا کو آگاہ کر دیا۔ دس برس سے ایران کی جوہری صلاحیت پر چلے آنے والے اختلاف کا خاتمہ سب سے بڑے عالمی قضیہ کا حل ہے، جس میں ایران کی ایٹمی صلاحیت کو ایک تہائی سینٹری فیوژن تک بظاہر محدود کر کے، درونِ خانہ ایران کو آئندہ پندرہ سال کے لیے محدود پیمانے پر ایٹمی صلاحیت کا جواز مہیا کر دیا گیا ہے۔ اس عرصہ میں ایران کو ایٹمی صلاحیت کو مستحکم کرنے کا موقع ملے گا۔ یاد رہے کہ ایران نے مغربی طاقتوں سے دو طرفہ معاہدہ کیا ہے جس میں مغربی قوتیں اگر

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

معاہدے کی پاسداری نہیں کرتیں تو ایرانی صدر حسن روحانی کے بقول، وہ بھی اس صلاحیت کو محدود کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔

۳۰ جون ۲۰۱۵ء کو معاہدہ حتمی ہونے سے قبل تک ایران پوری طرح آزاد ہے، اور اس کے بعد جب کبھی اس نے خلاف ورزی کی تو ایٹمی ادارے کے جائزے کے بعد لگنے والی پابندی سے اس وقت تک ہونے والی ایٹمی پیش قدمی واپس نہیں ہو جائے گی۔ امریکہ کی قیادت میں ہونے والے اس ایٹمی معاہدہ کے بعد ایران میں جشن کا سماں اور اسے تعلقات کی تجدید قرار دیا جارہا ہے کیونکہ اس سے ایران کی تباہ حال معیشت کو بھرپور سہارا ملے گا۔ اسرائیل نے بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے، اپنے وزیر اعظم نتن یاہو کی زبانی یہ شرط عائد کی ہے کہ 'تاہم' اس معاہدہ سے قبل ایران کو اسرائیل کا وجود بھی تسلیم کرنا چاہیے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں ایران کو بے پناہ تجارتی اور عسکری فوائد حاصل ہوں گے، تجارتی پابندی ختم ہو کر تیل و گیس برآمد کرنے، اور مغربی ممالک سے سامان درآمد و برآمد کرنے کی سہولت حاصل ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ مذاکرات کے دوران ایرانی حکومت کا پورا زور پابندیوں کے خاتمے پر رہا اور اس کا مطالبہ تھا کہ دوبارہ یہ پابندیاں از خود عائد کرنے کے بجائے، عالمی ایجنسی کی رپورٹوں پر منحصر کی جائیں۔ خلیجی ممالک کا مطالبہ تھا کہ ایران سے کسی قسم کا ایٹمی معاہدہ نہ کیا جائے، لیکن اپنے حلیفوں کے مفادات و مطالبوں کو نظر انداز کرنے کی روایت پر عمل کرتے ہوئے، مغربی قوتوں نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے مفادات کو ترجیح دی۔

درحقیقت یہ معاہدہ عالم اسلام کے مفادات کو نظر انداز کر کے، مغرب اور ایران کے گٹھ جوڑ کا مظہر ہے۔ امریکی اتحاد دراصل عراق میں داعش کے خلاف ایرانی تائید حاصل کرنا چاہتا تھا، جس کے مقابلے میں ایران کا موقف یہ تھا کہ اگر امریکہ ایران سے یہ مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ اس کی ایٹمی حیثیت کو تسلیم کرے۔ گویا ایران کو دولتِ اسلامیہ کے خلاف جارحیت میں اُصولی اختلاف نہیں بلکہ وہ اس کی معقول قیمت وصولنا چاہتا تھا۔ اب اس ایٹمی معاہدہ کے بعد عراق میں دولتِ اسلامیہ کی قوت کو ایران کی مدد سے پارہ پارہ کیا جائے گا، پھر یمن میں بھی درپردہ حوثی باغیوں کی مدد جاری رکھی جائے گی۔ سعودی عرب اپنے شمال میں عراق، اور جنوب میں یمن، ہر دو سمت سے ایرانی دباؤ کا سامنا کرتا رہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

یمن کی موجودہ خانہ جنگی نے مغرب وایران کو درپردہ گٹھ جوڑ کرنے اور عالم اسلام کے خلاف متحد ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ داعش کے یہی جنگجو ان دنوں لیبیا میں بھی اپنا اقتدار قائم کر رہے ہیں اور دارالحکومت کے علاوہ دو بڑے شہروں اور کئی آئل ریفائنریز پر بھی قابض ہیں۔ امریکی دانشور جانتے ہیں کہ سعودی عرب، خلیجی ممالک اور داعش والقاعدہ کی شریعت ایک ہے اور ان میں سیاسی اختلاف کسی بھی مرحلے پر کنٹرول میں لایا جاسکتا ہے، اسی لیے ان کے زیر اثر عوام ایک دوسرے کے خلاف دل وجان سے لڑنے کو آمادہ نہیں۔ اس اُبھرنے والی اسلامی قوت کو ایک مضبوط مخالف لابی کے ذریعے اور مسلمانوں کو باہم لڑا کر ہی اہل مغرب سکون کا سانس لے سکتے ہیں۔

اس امر میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مغربی ممالک کے لیے شیعیت اور سنیت کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، وہ دونوں کے مشترکہ دشمن ہیں، تاہم عسکری جذبہ سے محروم مغرب اور ایران کے لیے سازشیں اور 'لڑاؤ اور حکومت کرو' ہی کارگر حکمتِ عملی ہے۔ ایسی صورتحال میں ملتِ اسلامیہ میں اختلاف پیدا کرنے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت رکھنے والے عناصر مغربی ممالک کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے ہی اختلافی عناصر اگر سنیوں میں جہاد کے نام پر پیدا ہو جائیں تو وہ بھی اُن کے لیے بیش قیمت تحفہ ثابت ہوتے ہیں، جن کے ذریعے صرف ڈالر ڈپلومیسی اور مفادات کی سیاست کر کے وہ ملتِ محمدیہ کو کمزور سے کمزور تر کرنے کی مساعی کرتے رہتے ہیں۔ الغرض امریکہ اور یورپی ممالک دوہرے تہرے موقف کے حامل ہیں اور وہ یمن میں جاری اس آگ کو بھڑکانے کی بھی دوطرفہ کوشش کر کے اپنے اپنے مفادات حاصل کریں گے۔

یمنی بغاوت کی سرکوبی

یمنی حکومت کے مقابل آنے والی بڑی قوت حوثی قبائل، دراصل یمن کے زیدی شیعہ ہیں جو اپنے عقائد وفقہ کے لحاظ سے اہل سنت کے ہمیشہ سے بہت قریب رہے ہیں، لیکن ۱۹۹۰ء کے بعد یمن میں سیاسی تحریکوں کی فعالیت اور ایرانی اثر ورسوخ بڑھنے کے بعد، ۱۹۹۷ء میں حوثیوں کا قائد حسین بدرالدین حوثی تہران منتقل ہو گیا۔ ۲۰۰۳ء میں واپس آیا اور یمنی حکومت کے خلاف بڑے مظاہروں کے ذریعے مزاحمت کی۔ حکومت نے پوری قوت سے اُنہیں کچلا، حوثی قائد تو مارا گیا لیکن حکومت

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مخالف تحریک مضبوط ہوتی گئی۔ ۲۰۰۸ء میں قطر نے حوثیوں اور یمنی حکومت میں صلح کرادی۔ اس وقت حوثیوں کی قیادت عبد المالک حوثی کے ہاتھ میں ہے جو ایران کی مشہور قم یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہے۔ ماضی کے زیدی رجحانات والے شیعہ میں بہت سے ایرانی اثرات کی بنا پر اس وقت اثنا عشری شیعہ ہو چکے ہیں۔ تاہم حوثیوں میں صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ یمنی حکومت کی طویل خانہ جنگی کی تاریخ رکھنے والے حکومت مخالف سنی عناصر بھی شامل ہیں۔ ماضی کا شمالی اور جنوبی یمن کا اختلاف بھی دوبارہ نمایاں ہو رہا ہے۔

یمن کے حوثی قبائل کافی عرصے سے اپنے ملک میں انتشار پھیلاتے رہے ہیں، ان کی حالیہ بغاوت کو بھی ایک بغاوت کے طور پر ہی دیکھا جانا چاہیے اور ان سے وہی سلوک کیا جانا چاہیے جو کسی بھی ملک میں باغیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ حوثیوں نے بغاوت کرتے ہوئے یمنی دار الحکومت صنعا اور قریبی قصبوں پر کنٹرول مکمل کیا اور اہم ساحلی شہر عدن کی طرف پیش قدمی کی اور وہاں صدارتی محل پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اس بنا پر ۲۸ مارچ کو مصری شہر شرم الشیخ میں ہونے والی عرب سربراہی کانفرنس میں یمن کے موجودہ صدر عبد ربہ منصور ہادی نے خطاب کرتے ہوئے برادر اسلامی ممالک سے یہ اپیل کی کہ اس بغاوت کو فرو کرنے میں ان کی مدد کی جائے۔ یمن کے موجودہ صدر نے سعودی اتحاد کی پیش قدمی کے ساتھ ہی سعودی عرب میں سیاسی پناہ حاصل کر لی ہے۔ ۱۲/ اپریل کو صدر منصور ہادی نے نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والے اپنے مضمون میں لکھا کہ

> "یمن میں خانہ جنگی ایران کی اقتدار کے لیے ہوس اور پورے خطے کو کنٹرول کرنے کے لیے خواہش کا نتیجہ ہے۔ یمنی عوام اور میری آئین کی رو سے جائز حکومت کے خلاف حوثیوں کے جارحانہ حملوں کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ یمن کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت پر بھی حملہ ہے۔ حوثی باغی ایرانی حکومت کے آلہ کار ہیں اور ایران کی حکومت کو عام یمنیوں کی قسمت سے کوئی سروکار نہیں۔ اس کو صرف خطے میں اپنی بالادستی سے مطلب ہے۔
>
> سعودی عرب کی قیادت میں 'آپریشن فیصلہ کن طوفان' میری حکومت کی درخواست پر اور یمن کی امداد کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اگر حوثی شہروں کو خالی نہیں کرتے اور اپنی ملیشیا کو غیر مسلح کر کے سیاسی مذاکرات کے عمل میں دوبارہ شریک نہیں ہوتے تو ہم اتحاد سے کہیں گے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کہ وہ ان کے خلاف اس فوجی مہم کو جاری رکھے۔

ہمارے ہمسایہ ممالک جو کچھ دیکھ رہے ہیں، وہ اس بارے میں بالکل واضح ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک مکان جل رہا ہے، اس آگ پر سب سے پہلے قابو پایا جانا چاہیے اور اس کے بعد پورے خطے کو راکھ کا ڈھیر بننے سے بچایا جانا چاہیے۔"

اس لحاظ سے ایک تو یہ اُس بغاوت کا خاتمہ کرنے کی کوشش ہے جس کو بیرونی ترغیب وامداد مل رہی ہے اور اس سلسلے میں اسلامی ممالک سمیت، تمام اُصول پسند دنیا کو یمنی حکومت کا ساتھ دینا چاہیے اور بغاوت کی سرکوبی کرنا چاہیے۔

دوسری طرف سعودی عرب کے ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے حوثی قبائل ماضی میں سعودی سرحد پر جھڑپیں کرتے رہے ہیں، اور ان سے ملی ہوئی ۱۶ سو کلو میٹر لمبی طویل سرحد کی بنا پر اس شورش سے سعودی حکومت براہِ راست متاثر ہوتی ہے۔ سابقہ یمنی حکومت کے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ ساتھ ڈیڑھ برس قبل حوثیوں نے سعودی علاقوں میں بھی جارحیت کی، جیسا کہ اُن کے برے عزائم اور دعووں سے بھی ظاہر ہے۔ مزید برآں خلیج عدن میں اہم ترین بحری تجارتی گزر گاہ باب المندب پر اگر حوثی قبائل کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بھی سعودی حکومت کے تجارتی اور علاقائی مفادات پر زَد پڑتی ہے کیونکہ خلیجی ممالک کی تیل کی آمدورفت اور ساری تجارت یہاں سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ صدر منصور ہادی اپنے مضمون میں مزید لکھتے ہیں:

"آبنائے باب المندب کے دوسرے کنارے ایک مخالف حکومت اقوام عالم کے مفاد میں نہیں ہے۔ یہ اہم آبی تجارتی گذر گاہ نہر سویز کی جانب جاتی ہے۔ اگر حوثیوں کو روکا نہیں جاتا ہے تو وہ ایران کی پشتی بانی میں ایک اور حزب اللہ بننے جا رہے ہیں اور وہ اس خطے اور اس سے ماورا علاقوں کے لوگوں کو ڈرائیں دھمکائیں گے۔ بحیرہ احمر سے گذرنے والے تیل کے ٹینکر خطرات سے دوچار ہوں گے۔"

خلیج تعاون کونسل کا یمن پر اقدام ایک تو بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش ہے، جس کی درخواست اس سے یمن کے قانونی صدر اور حکومت نے کی ہے، علاوہ ازیں خلیج کونسل نے نومبر ۲۰۱۱ء میں یمنی عوام کی بغاوت میں علی عبد اللہ صالح کا موجودہ حکومت سے معاہدہ کرایا، جس کے بعد صالح دو سال

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سعودی عرب میں زیر علاج رہا۔ اب صالح اپنے سابقہ اثر ورسوخ کو استعمال کر کے، اسی معاہدہ کی خلاف ورزی اور حوثی قبائل کو شہ دے رہا ہے۔

جہاں تک اس صورتحال سے ایران کا تعلق ہے، تو نہ اس کی کوئی سرحد یمن سے ملتی ہے، نہ یمنی یا سعودی حکومت کی جارحیت سے اُسے کوئی خطرہ درپیش ہے، نہ اس کا یمنی حکومت سے کوئی دفاعی معاہدہ ہے اور نہ ہی ایران نے اس خانہ جنگی کے فریق بننے کا واضح اور باضابطہ اعلان کیا ہے۔ جس طرح یمن میں حوثیوں کی بغاوت ناجائز ہے، اسی طرح ایران کا ان باغیوں سے تعلق اور تعاون بھی ناجائز اور اسلامی ملک یمن کے معاملات میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ ایرانی بحریہ کے بعض جہاز عدن کے ساحل پر حوثیوں کی مدد کے لیے آئے تاکہ اس طرح خلیج عدن پر ایرانی قبضہ مستحکم کیا جائے لیکن اتحادی طیاروں کی پیش قدمی سے دوبارہ خلیج فارس کی طرف بھاگ گئے۔ الغرض یمن میں جاری جنگ شیعہ سنّی جنگ کی بجائے، یمن کی داخلی سیاسی جنگ ہے، جسے عالمی سیاست کے مسلّمہ اُصولوں کی بنا پر ہی جانچا جانا چاہیے۔

اگر یہ کوئی شیعہ سنّی جنگ ہوتی تو پھر سعودی عرب میں موجود شیعہ کے خلاف بھی اس جنگ کو پھیلایا جاتا۔ حوثیوں میں بھی بہت سے سنّی عناصر موجود ہیں اور اُن کو علی عبداللہ صالح کی ایک بڑی سُنّی فوج کی تائید حاصل ہے۔ یوں بھی حوثی قبائل، شیعیت کے اس فرقے پر مشتمل ہیں جسے زیدی کہا جاتا ہے اور زیدیہ کو ایران میں اقلیتوں کی صف میں شمار کرتے ہوئے ان کے لیے متعصّبانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔

ا باغیوں کی سرکوبی کے لیے، قرآن میں یہ واضح حکم موجود ہے کہ ﴿وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ”اگر مسلمانوں میں سے دو جماعتیں آپس میں برد آزما ہو جائیں، تو دونوں میں صلح کرواؤ۔ اگر ایک دوسری پر بغاوت کرے، تو پھر جارح کے خلاف اس وقت تک صف آرا ہو جاؤ جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ نہیں آتی۔“

جہاں تک معاہدہ کی پاسداری اور اس کی ضمانت کا تعلق ہے تو سیرتِ طیبہ میں فتح مکہ کا واقعہ دراصل مسلمانوں سے قریش کی ایک بدعہدی کے نتیجے میں رونما ہوا تھا۔ بنو بکر قریش کے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے، اور بنو بکر نے عہد شکنی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا تھا، اس عہد کی پاسداری کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے بنو بکر اور قریش کی سرکوبی کے لیے مکہ کی طرف رختِ سفر باندھا اور اسی نتیجے میں ۸ ہجری میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ (الرحیق المختوم: ۵۳۵)

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جس طرح ۷۰ فیصد سنّی اکثریت کے ملک یمن پر شیعہ آمر علی عبد اللہ صالح کی حکومت کا خاتمہ، شیعیت کا خاتمہ نہیں بلکہ موروثی آمریت کا خاتمہ تھا، جس طرح پاکستان میں طالبان کے خلاف پیش قدمی سنیت کے خلاف جارحیت نہیں بلکہ ایک ملک میں بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش تھی، جس طرح امریکی حکومت کی جارحیت کے نتیجے میں صدام حسین کی سنی حکومت کے خاتمے کی خلیجی ممالک نے تائید کی، اسی طرح یہ مسئلہ شیعہ سنی مسئلہ کی بجائے، یمن کا ایک سیاسی بحران ہے جس میں عالمی کھلاڑیوں کی 'گریٹ گیم' کے ذریعے ایک قانونی اور اخلاقی حکومت کو ناجائز اور غیر مؤثر قرار دے کر اپنے مفادات کے لیے اسے ختم کرنے اور خطے کو خانہ جنگی کا شکار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

ایران کے توسیع پسندانہ عزائم واقدامات

ایرانی حکومت کا رویہ بڑا عجیب وغریب ہے۔ ایک طرف ایرانی انقلاب کو سابق بادشاہ حاکم رضاشاہ پہلوی کی طویل حکومت کے خلاف ایک عظیم مثال قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس بنا پر ملوکیت وآمریت کی بلند بانگ آہنگ میں مذمت کی جاتی ہے تو دوسری طرف اگر شام میں بشار الاسد اور یمن میں علی عبد اللہ صالح کی طویل آمریت کے خلاف عوام مؤثر مزاحمت کرتے ہیں تو ایران اُن کی صرف اس بنا پر بھرپور تائید کرنے کے لیے آن موجود ہوتا ہے کہ وہ دونوں شیعہ ہیں۔ ایک طرف ایران امریکہ کی بظاہر شدید مخالفت کا اعلان کرتا ہے تو دوسری طرف عراق میں امریکی کٹھ پتلی نوری المالکی کی شیعی حکومت کے لیے جان توڑ کی بازی لگا دیتا ہے۔

ایک طرف وہ وحدتِ اسلامی کا علم ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے تو دوسری طرف ہر مسلم ملک میں انتشار وخانہ جنگی کو ہوا دیتا ہے۔ امارات کے تین جزیروں طنب صغیر، طنب کبیر اور جزائر موسیٰ پر قبضہ جما کر ایرانی فوجی اڈے بناتا ہے، جو خلیج عرب میں واقع اور سمندری قانون کے تحت امارات کے قریب ہونے کے ناطے اس کی ملکیت بنتے ہیں۔ لبنان، شام، بحرین، یمن، سعودی عرب اور عراق میں درپردہ شیعہ مفادات کو تحفظ دیتا اور اس کے لیے عسکری جدوجہد کرتا ہے۔ نام اسرائیل وامریکہ دشمنی کا لیتا ہے لیکن عملاً نیٹو افواج کو راستہ دیتا، تجارتی فوائد سمیٹتا اور اپنی عسکری کاروائیوں کا نشانہ اہل اسلام کو بناتا ہے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت کا سامنا کرنے والے طالبان کی مدد کرنے کی بجائے، ان کی بھرپور

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مخالفت کرتا ہے۔اس کا جنرل قاسم سلیمانی، ایرانی پاسداران انقلاب کے عہدیداران اوراس کے روحانی پیشوا عراق کے بعد شام اور یمن میں شیعہ مفادات کے لیے ہر جدوجہد کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ برادر وہمسایہ ملک ہونے کے ناطے پاکستان سے اس کا قریبی تعلق ہونا چاہیے لیکن پاکستان سے بلوچستان کے مسئلے پر سرحدی اختلافات رکھتا اور افغانستان کی سرحدوں میں دراندازی کرتا ہے۔ پاکستان کے بجائے بھارتی افواج کے ساتھ عزم محبت کرتا ہے۔دیگر ممالک کو شیعہ اقلیت کے حقوق دینے کی تلقین کرتا اور خود اپنی ۳۵ فیصد سنی آبادی کے مذہبی حقوق غصب کیے ہوئے ہے، حتی کہ ایران میں کوئی تنظیم، شیعہ روحانی پیشوا خامنہ ای کی پیشگی منظوری اور ان کے ساتھ مکمل وفاداری کے اظہار کے بغیر نہیں بن سکتی۔ ایرانی حکومت کی ان چالبازیوں نے اس کے موقف کو داخلی تضادات کا ملغوبہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ دنیا میں مصلحانہ کردار اور نیک نامی حاصل کرنے کے لیے ضرورت تو یہ تھی کہ سامراج کے حمایت یافتہ طویل موروثی اقتدار سے خود نجات پانے کے بعد، ایرانی انقلاب اس اُصول کو اپنا محور بنالیتا، شیاطین ثلاثہ: امریکہ، اسرائیل اور بھارتی مفادات کو صرف زبان کی بجائے اپنے دوٹوک عمل سے نشانہ بناتا، عراق کی بجائے اسرائیل سے جنگ کرتا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد!

ہر مسلم ملک ایران کی دخل اندازی پر چیختا چلاتا رہ جاتا ہے۔ کبھی بلوچستان میں ایران کے اسلحہ سے بھرے ٹرک[1] پکڑے جاتے ہیں، کبھی عراق میں جنرل قاسم سلیمانی کی القدس بریگیڈ اہل اسلام کو نشانہ بناتی ہے، اور کبھی یمن میں بھرپور جنگی مدد دی جاتی ہے۔ مسلم ملک عراق سے ۸ سالہ جنگ کرنے والے ایران کو اسرائیل کے خلاف عسکری کاروائی کرنے کی کبھی کوئی توفیق نہیں ہوئی۔ ایران کو مسلم ممالک میں دخل اندازی کا یہ حق کس نے دیا ہے اور ایسا کرکے وہ کس 'اسلامی انقلاب' یا 'عالم اسلام' کی خدمت کر رہا ہے؟

---

۱ ۱۹۸۵ء میں کوئٹہ کی شاہراہ علم دار سے بھاری مقدار میں ایرانی اسلحہ برآمد ہوا، نوشکی کے قریب ایرانی اسلحہ سے بھرے ٹرک پکڑے گئے، وقت کے وزیر داخلہ اسلم خٹک نے قومی اسمبلی میں ایرانی اسلحہ کی تصدیق کی۔ بے نظیر بھٹو نے اپنے پہلے دور حکومت میں ایرانی زہریلے لٹریچر کی درآمد پر ایران سے احتجاج کیا، محترمہ کے خارجہ امور کے سپیشل سیکرٹری اور یمن میں سابق پاکستانی سفیر ظفر ہلالی بتاتے ہیں کہ ایرانی سفیر کو شکایت کرنے پر انہوں نے جواباً یہ دھمکی دی کہ جانتے ہو پاکستان میں ۷۵ ہزار لوگ ہمارے کہنے پر حکومت کے خلاف اسلحہ اٹھانے کو تیار ہیں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ستمبر میں حوثیوں کے صنعا پر غلبے کے بعد ایرانی پارلیمنٹ کے رکن علی رضا زاکانی نے کہا کہ ایران کو تین عرب دارالحکومتوں کے بعد چوتھے دارالحکومت پر بھی اختیار حاصل ہو گیا ہے، بغداد، بیروت، دمشق اور یمن... اور اس طرح عرب دنیا میں ایرانی اثر ورسوخ نے ایک نیا رخ اور نئی طاقت حاصل کر لی ہے۔ ایرانی صدر حسن روحانی کے مشیر علی یونسی نے اعلان کیا کہ ایران ایک عظیم سلطنت بن چکا ہے، اب دارالحکومت بغداد ہو گا۔ سابق ایرانی صدر محمد خاتمی کے انٹیلی جنس کے وزیر رہنے والے اس مشیر نے یہ بھی قرار دیا کہ سارا مشرقِ وسطیٰ ہمارا ہے۔ ایران کی قومی سلامتی کونسل کے سربراہ علی شیخانی نے وضاحت کی کہ بحیرہ روم کے دہانے اور یمن کے باب المندب دونوں طرف موجود ہیں، شام کے ساحل اور یمن کے بین الاقوامی سمندری راستے پر قبضہ ہونے کی بنا پر اب دنیا ہماری محتاج ہے۔

ایران کی یہ توسیع پسندی اور برادر اسلامی ممالک میں جارحیتیں، سعودی عرب کی قیادت میں متحد عالم عرب واسلام کے گرد گھیرا تنگ کرنے اور ان کو اپنے دباؤ میں رکھنے کی سازش کا حصہ ہیں، جس کی تائید اور ایٹمی قوت بننے کے لیے اسے اہل مغرب کی حمایت بھی حاصل ہے۔

جو لوگ یمن کی خانہ جنگی کو ایک جداگانہ مسئلہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس کے طویل جنگی ماضی، یمن میں خلیجی حکومتوں کے معاہدات اور ضمانتیں، سعودی سرحد کے ساتھ شر پسندی اور جارحانہ عزائم اور مشرقِ وسطیٰ پر ایران کی بڑھتی قوت سے کاٹ کر دیکھنا چاہتے ہیں، وہ صورتِ واقعہ سے غافل ہیں یا دنیا کو اپنی خواہش کی آنکھ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کسی ملک میں بغاوت کے خاتمے کے لیے ہمسایہ اور دوست ممالک کا کیا کردار ہونا چاہیے، وہ اس سے بھی بے پرواہیں۔ ان کے خیال میں سعودی عرب ہمسایہ ملک میں دخل اندازی کر رہا ہے اور عملاً یمن میں بغاوت کے خاتمہ کی کوشش سعودی اتحاد کی ایک متکبرانہ جنگ کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ عالم اسلام میں اس انتشار وبغاوت اور دخل اندازی کا آغاز درحقیقت ایران کی طرف ہوا ہے اور سعودی اتحاد اس سر پر آن پہنچنے والی جنگ کو آخری مورچے پر ٹالنے پر مجبور ہو چکا ہے۔ جارحیت کا آغاز سعودی اتحاد نے نہیں، بلکہ ایران اور اس کی مدد پانے والے باغی حوثی ٹولے نے کیا ہے اور یہی بات اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل بھی کہنے پر مجبور ہوئی ہے کہ "فساد کی جڑ عبداللہ صالح کی چالیں ہیں، حوثی قبائل کو ایرانی اسلحہ کی سپلائی بند کی جائے اور وہ مقبوضہ علاقوں تک واپس لوٹ جائیں۔ حوثی قائدین کے اثاثے منجمد کیے جائیں۔" کیونکہ یہ اتنے بڑے سیاسی حقائق

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہیں، جن کو میڈیا کے بل بوتے پر تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

یمن کی جنگ میں پاکستان کا کردار؟

پاکستان کو اس اتحاد میں مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے کیونکہ کسی بھی ملک بالخصوص اسلامی ممالک میں بغاوت کے خاتمہ کے لیے دیگر ممالک کی طرح پاکستان پر بھی یہ ذمہ عائد ہوتی ہے کیونکہ سعودی عرب کے نہ صرف پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے ہیں بلکہ دیرینہ قریبی اور دوستانہ تعلقات اس امر کے متقاضی ہیں کہ وہ عالم اسلام کی اس مشترکہ جدوجہد میں ان کا ساتھ دے۔

جہاں تک پاکستان کے ذاتی مفادات کا تعلق ہے تو حوثیوں کی بغاوت کی طرح پاکستان کو خود سرحدی علاقوں میں بغاوت کا مسئلہ درپیش ہے، اور جو رویّہ پاکستانی حکومت اپنے علاقوں میں اختیار کرتی ہے، اس کو وہی رویہ دیگر مسلم ممالک میں بھی باغیوں کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے۔ علی عبد اللہ صالح وغیرہ ماضی کی غاصب و قابض قوتیں ہیں، اور پاکستان سمیت ہر خیر کے متلاشی کو ایسی ظالمانہ حکومتوں کی مخالفت میں متحد ہونا چاہیے اور اہل اسلام کے مفادات کی پاسداری کرنی چاہیے۔

اگر اس کو ایران و سعودی عرب دونوں کے مابین مخاصمت کے تناظر میں دیکھا جائے تب بھی پاکستان کے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات ایران سے بہت زیادہ قربت اور اپنائیت پر مبنی ہیں۔ یوں بھی ایران نے ابھی تک اس جنگ کے فریق ہونے کا اعلان ہی نہیں کیا، اور اس کے یمنی بغاوت سے تعلقات خفیہ اور ناجائز کے ذیل میں آتے ہیں، جبکہ سعودی عرب یمن کا ہمسایہ ہونے کے ساتھ، یمنی سیاست کا ضامن ہے، موجودہ حالات میں اس سے مدد مانگی جارہی ہے اور وہ اس صورتحال سے سب سے زیادہ متاثر ہوسکتا ہے۔ پاکستانیوں کا سعودی عرب میں حرمین شریفین سے دینی رشتہ تو اتنا مضبوط ہے جو کبھی کمزور نہیں ہوسکتا۔ عالم اسلام میں سعودی عرب پاکستان کا سب سے بڑا نظریاتی و عملی دوست ہے، سعودی عرب اُمتِ محمدیہ کا روحانی محور ہے تو پاکستان دفاعی مرکز ہے۔ سعودی حکمرانوں کی زبانی پاکستان سے یہ دوستی محبت سے بڑھ کر اسلامی اخوت اور بھائی چارہ ہے۔

اس سے بڑھ کر پاکستان کے مادی مفادات کا تقاضا بھی یہی ہے۔ سعودی عرب میں پاکستان کے ۲۵ لاکھ افراد ہر سال ۷ ارب ڈالر کا زرِمبادلہ پاکستان میں بھیجتے ہیں۔ پاکستانی برآمدات کے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بعد زرِ مبادلہ کے اس سب سے بڑے ذریعے کا نصف صرف سعودی عرب سے پاکستان آتا ہے۔ ان ۲۵ لاکھ افراد میں خلیجی ممالک میں مقیم مزید ۱۵ لاکھ افراد شامل کیے جائیں تو اتنے زیادہ پاکستانیوں کے مفاد کو ملحوظ رکھنا بھی پاکستان کے ذمے ہے۔ اس بنا پر سعودی عرب کے استحکام میں نظریاتی و دینی کے ساتھ ساتھ پاکستان کا معاشی استحکام بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہر مشکل وقت میں سعودی عرب کا بیش قیمت اور فراخ دلانہ تعاون پاکستانی حکومت و عوام کو حاصل رہا ہے، یہ ایٹمی دھماکوں کے وقت تیل کی بندش کی بات ہو یا قدرتی آفات کے وقت پاکستانی عوام کا ساتھ دینے کا فریضہ یا سفارتی تائید۔ اس لیے اپنے ماضی کی شاندار روایات کے مطابق سعودی حکومت اور عالم اسلام کے ساتھ پاکستان کو شانہ بشانہ کھڑے ہونا چاہیے۔

جہاں تک پاکستان کے کاروباری مفادات کی بات ہے تو گوادر کی بندر گاہ سے جس طرح پاکستان کے مفادات وابستہ ہیں، پاک چین تجارتی شاہراہ کا قیام جس طرح پاکستان کے لیے امکانات کا نیا جہاں کھول دے گا، خلیج عرب اور عدن میں صورتحال تبدیل ہونے اور باغیوں کے ہاتھوں یہ بندر گاہ چلے جانے سے پاکستانی بندر گاہیں اور ان کا تجارتی کردار بھی ضرور متاثر ہو گا۔ اس بنا پر پاکستان کے تجارتی مفاد کا تقاضا بھی یہی ہے۔

پاکستان نے آغاز میں سعودی حکومت کو اپنی حمایت کا یقین دلایا، اس بنا پر پاکستان کا جھنڈا سعودی اتحاد میں دکھائی دیا جو بین الممالک تعلقات کی پاسداری و وفاپروری اور پاکستانی عوام کے بھرپور جذبات کا مظہر تھا۔ جب پاکستانی وفد ریاض گیا، اور وزیر اعظم ترکی کے دورے پر چلے گئے تو اس کو عالم اسلام سے محبت کرنے والے سب پاکستانیوں نے بنظر تحسین دیکھا۔ لیکن بعد میں پاکستان میں لادین، مغربی لابی اور ایران نوازی نے رنگ جمایا اور اس معاملہ میں کئی ایک شبہات پیدا کیے گئے، پارلیمنٹ کے کردار کی دہائی دی جانے لگی۔ پارلیمنٹ میں سعودی عرب سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے بعض ارکان نے دھواں دھار تقاریر میں سعودی عرب پر خلافِ حقیقت الزامات لگائے، جن کی وہاں شافی وضاحت نہیں دی گئی۔ حکومت کی متفقہ قرارداد کی خواہش نے انہیں غیر ضروری حد تک مفاہمت پر مجبور کیا اور تحریک انصاف نے ایک طرف قرارداد میں پاکستان کے 'نیوٹرل' یعنی غیر جانب دار رہنے کے الفاظ شامل کروائے تو دوسری طرف مذاکرات میں پاکستان کے ثالثی کردار کا مطالبہ کیا۔ قومی اسمبلی کے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اجلاس کے دنوں میں ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف پاکستان کے دو روزہ دورے پر آئے ہوئے تھے، جنہوں نے وزیر اعظم اور جی ایچ کیو میں ملاقاتیں کیں۔

یمن کی جنگ ایک سنگین سیاسی مخمصہ ہے جس کے پس پردہ طویل کشمکش اور نظریاتی اختلاف کارفرما ہے۔ جو بھی اس صورتحال کا مکمل ادراک نہ کرے، وہ اس جارحیت کے صحیح تجزیہ اور منصفانہ حل تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایران کا اس میں کردار توسیع پسندانہ اور ناجائز نوعیت کا ہے۔ نیز مشرقِ وسطیٰ کی سیاست میں امریکہ و ایران کی تدبیر اور چالبازی کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ پاکستانی قومی اسمبلی کو سعودی عرب کے سلسلے میں غیر جانبداری ظاہر کرنا تو یاد رہا لیکن یہ خیال نہ آیا کہ وہ یمن میں حوثی باغیوں کی شدت پسندی کو غیر قانونی اور غیر اخلاقی قرار دے اور ایرانی دراندازی اور درپردہ مدد کی واضح الفاظ میں مذمت کرے اور عالم اسلام میں اس کے توسیع پسندانہ کردار کو ہدفِ تنقید بنائے۔ یہ تو ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس سے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے چودہ ملک بھی انکار نہیں کر سکے۔ سیکورٹی کونسل یمن کے مسئلے پر غیر جانبدار نہ رہ سکی اور اس نے حوثی بغاوت کو ناجائز قرار دے کر، قبضہ چھوڑنے کا حکم دیا۔

اس صورتحال میں پاکستان کے جھنڈے کو سعودی اتحاد سے علیحدہ کر لیا گیا، اور پاکستان، ترکی کے ساتھ ایران کے اس ثالثی موقف کا حامی نظر آیا جس میں جنگ بندی کی جائے، یمنی جنگ کے جملہ فریقوں کے مابین مذاکرات کئے جائیں اور ایران کی تائید کے ساتھ ایک وسیع البنیاد حکومت تشکیل دی جائے۔

قومی اسمبلی کی اس قرارداد کے بعد، اماراتی وزیر خارجہ ڈاکٹر انور قرقاش نے ٹویٹر پر کہا کہ

الموقف الملتبس والمتناقض لباكستان وتركيا خير دليل على أن الأمن العربي من ليبا إلى اليمن عنوانه عربي، اختبار دول الجوار خير شاهد على ذلك

باكستان مطالبة بموقف واضح لصالح علاقاتها الاستراتيجية مع دول الخليج العربي المواقف المتناقضة والملتبسة في هذا الأمر المصيري تكلفتها عالية.

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"پاکستان اور ترکی کے اس موقع پر موقف سے پتہ چلتا ہے کہ یمن سے لیبیا تک عرب ممالک کا امن وامان، ملتِ اسلامیہ کا نہیں، صرف عرب دنیا کا مسئلہ ہے۔ ہمسایہ ممالک کا موجودہ صورتحال میں امتحان ان کے رجحانات کا بخوبی پتہ دیتا ہے۔

پاکستان سے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ خلیج تعاون کونسل کی چھ ریاستوں کے ساتھ اپنے سٹریٹیجک تعلقات کے حق میں واضح موقف اختیار کرے۔ اس حساس موقع پر مبہم ومتضاد موقف کے نقصانات سنگین ہوسکتے ہیں۔"

انہوں نے کہا کہ "لگتا ہے کہ اسلام آباد وانقرہ کے لیے خلیجی ممالک کے بجائے تہران زیادہ اہم ہے۔ یہ ایک کاہلی پر مبنی غیر جانبدارانہ موقف کے سوا کچھ نہیں۔"

اماراتی وزیر کے بیان میں دکھ کے ساتھ دھمکی کی آمیزش بھی موجود تھی، جس سے پاکستانی قوم بھی رنج کا شکار ہوئی اور ایرانی وزیر خارجہ کے بعد پاکستان کا دورہ کرنے والے سعودی وزیر مذہبی اُمور نے امارات کے اس انداز سے عدم اتفاق کرتے ہوئے، پاکستان پارلیمنٹ کے فیصلے کو اس کا اندرونی معاملہ قرار دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سعودی عرب سے محبت کرنے والے پاکستانی عوام کی آرا کی پاسداری کرے۔ انہوں نے ثالثی اور مذاکرات کی پیش کش کو ایک مذاق قرار دیا۔

اوپر یمنی صدر اور پھر اماراتی وزیر کے بیانات کو بعینہٖ درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان بیانات سے اس سیاسی صورتحال کی عکاسی ہوتی ہے جس سے سعودی اتحاد نبرد آزما ہے۔ یمن میں پیش قدمی صرف یمن کا نہیں، بلکہ یمن سے لیبیا تک جزیرہ عرب کے امن کا سوال ہے۔ یہ اس گریٹ گیم کا ایک اہم مرحلہ ہے جس کو امریکہ وایران عالم اسلام کے لیے کئی برس سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف سنی مسلمانوں کے مرکز ومحور کے گرد پانچ، چھ شیعہ ریاستوں کا قیام، تو دوسری طرف ہمسایہ اسلامی ممالک میں شیعہ انقلاب کے لیے تیز تر پیش قدمی، اور تیسری سمت امریکہ اور عالمی قوتوں کی ایران کی ہلہ شیری، اس حصار کو بالکل واضح کر دیتی ہے، جس سے نکلنے کے لیے خلیجی ممالک ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اس شیعہ حصار کا ہدف کفر ویہود نہیں بلکہ عالم اسلام ہے، اور یہی وقت کی سپر طاقتوں کی بھی خواہش ہے۔ اس طرح عالم اسلام کو باہم دست وگریبان کرکے، ملت اسلامیہ پر ان کا عرصۂ اقتدار

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بہت طویل ہو سکتا ہے۔ ان حالات کا مقصد ارضِ حرمین کو آخر کار اسی بدامنی اور بے چینی کا شکار کرنا ہے، جس سے پورا عالم اسلام پہلے ہی دوچار ہے۔ تو کیا ان حالات میں ضروری نہیں کہ سامنے نظر آنے والی جنگ سے حجازِ مقدس کے اندر اُترنے سے پہلے پہلے اس کے جوار میں مشترکہ قوت کے ساتھ نمٹ لیا جائے۔

یمن میں باغی قوتوں اور غاصبانہ سازشوں کو مزید موقع دیا جاتا ہے تو ان کا اگلا قدم، ارض مقدس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور ارض مقدس کا تحفظ و دفاع ہر مسلمان کا ایمانی تقاضا ہے۔ بظاہر سعودی اتحاد کی جارحیت دراصل دفاع کا وہ آخری مورچہ ہے، جس کے بعد ارض حرمین بھی سیاسی خلفشار اور خدانخواستہ بدامنی کا شکار ہو جائے گی۔

اس مرحلہ پر مذاکرات اور ثالثی کی بات کرنا دراصل باغیوں (حوثی + صالح) اور ایران کی درپردہ تائید کو اپنی حیثیت سے زیادہ وزن دینا ہے۔ حوثیوں کو یہ حیثیت ایران کی غلط سفارتی، افرادی اور اسلحہ جاتی شہ نے دے رکھی ہے، اسی لیے اقوام متحدہ نے ناجائز شہ کو بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ جب ان تینوں باغی عناصر کا ہر اقدام قانونی اور اخلاقی جواز سے خالی ہے تو پہلے اُن کے ناجائز قبضہ کو چھڑانا چاہیے، پھر اُنہیں غیر مسلح کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اس پر آجائیں تو اس وقت حوثیوں سے مذاکرات کر کے ان کے جائز عوامی حق کو تسلیم کرنا چاہیے، کسی حکومت کو اپنے شہریوں پر تشدد اور بدنظمی کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ منصور ہادی کی حکومت کوئی فرشتوں کی حکومت نہیں، تاہم ہر حکومت کی اصلاح کا ایک نظام ہوتا ہے جس کی پاسداری ہونی چاہیے۔ باغیوں سے مذاکرات میں ایران کا کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یمن کا مسئلہ قانون و اخلاق کی رو سے کسی طرح ایران کا مسئلہ نہیں ہے۔

پاکستان کو اس صورتحال کا پوری طرح ادراک کرتے ہوئے، اپنی افواج کو حق کی مدد کے لیے اور اپنے دیرینہ دوست کی تائید کے لیے پیش کرنا چاہیے۔ اور کم از کم سعودی سرحد پر پاکستانی افواج کو اس طرح صف آرا ہو جانا چاہیے جس طرح ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں چین نے اپنی افواج کو بھارت کی سرحد پر کھڑا کر دیا تھا۔ حق کی تائید اور دوستی و وفاداری میں عزت پانے والی اس دنیا کا عسکری دستور تو یہی ہے، وگرنہ پاکستان کو درپیش سنگین حالات میں ہمارے دوست اسی غیر جانبداری کا مظاہرہ کر کے ہمیں دشمن کے سامنے اکیلے چھوڑ دینے میں عافیت سمجھیں گے۔ ملت اسلامیہ کے لیے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

قرآنِ کریم کا حکم بھی یہی ہے کہ

﴿وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾[1]

"اگر مسلمانوں میں سے دو جماعتیں آپس میں نبرد آزما ہو جائیں، تو دونوں میں صلح کرواؤ۔ اگر کوئی ایک دوسری پر جارحیت کرے، تو پھر جارح کے خلاف اس وقت تک صف آرا ہو جاؤ جب تک وہ اللہ کے حکم (اتحاد ملت) کی طرف لوٹ نہیں آتی۔"

پاکستان کے سعودی عرب سے تعلقات، دنیا میں کسی بھی ملک سے زیادہ ہیں، ان تعلقات میں ایران کوئی براہِ راست متاثر ہونے والا فریق بھی نہیں۔ دونوں ملک نظریاتی وحدت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، ہر مشکل وقت میں سعودی عرب پاکستان کا ساتھی اور گہرا ہمدرد رہا ہے۔ پاکستان کو کرائے کا فوجی، جارح وغاصب کے حامی، سیاسی مفادات کا قیدی اور اس صورتحال سے بہتر مفاد حاصل کرنے کی تلقین کرنے والے دراصل حالات کو اُلجھانے اور غیریت برتنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسلامی اتحاد واخوت کے تقاضے اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

سعودی عرب نے ماضی میں اسلامی اخوت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، پاکستان کی اہم مراحل پر مدد کی اور یہی ملت اسلامیہ کا ایک دوسرے پر حق ہے جو قومی مفادات سے بالاتر ہے۔ آج پاکستان کو اُسی اسلامی اخوت کی پاسداری کرنا چاہیے، فرمانِ نبویؐ ہے:

«الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا» ... وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ[2]

"مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے مضبوط عمارت کی مانند ہے، دونوں ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں، اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھایا۔"

پاکستان نے حالیہ قرارداد میں اپنے آپ کو غیر جانب دار قرار دیتے ہوئے اپنے سابقہ متفقہ موقف کو بھی متاثر کیا ہے، جس میں مسلم لیگ و پیپلز پارٹی کی قیادتیں سعودی عرب کی سفارتی تائید کا دعویٰ کر چکیں اور پاکستانی افواج سعودی عرب کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کر رہی ہیں۔

---

۱ سورۃ الحجرات: آیت ۹

۲ صحیح بخاری: باب نصر المظلوم، رقم ۲۴۴۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حرمین کے خادم ومیزبان سعودی عرب کا تحفظ

ایک مسلمان کے طور پر دیکھا جائے تو سعودی عرب، ایسی سرزمین ہے جہاں سب سے زیادہ اللہ کی بندگی کی جاتی ہے۔ صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ کا سب سے بڑا مرکز یہی ہے۔ اس کی شہادت یہاں کی مساجد اور رہنے والے شہری دیتے ہیں۔ اجتماعیت کے میدانوں میں دیکھا جائے تو اللہ کی شریعت زندگی کے اکثر میدانوں میں نافذ دکھائی دیتی ہے۔ عدالتیں مستند علما قاضیوں کی نگرانی میں قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرتی ہیں۔ تعلیمی نظام ایسا شاندار کہ مدارسِ دینیہ کے فضلا یہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ سعودی عرب کی عظیم اسلامی یونیورسٹیاں: مدینہ یونیورسٹی، اُمّ القریٰ یونیورسٹی اور امام یونیورسٹی دنیا بھر میں مستند ترین اور فرقہ پرستی سے پاک علما فراہم کرتی ہیں اور سعودی عرب کے دعوتی مشن سے دنیا بھر کے ممالک میں ہزاروں لوگ وابستہ ہیں۔

سعودی عرب میں موجود دنیا کا بہترین اسلامی نظام معاشرت قائم ہے جس میں مرد وزن کے اختلاط کے سب سے کم امکانات ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے باقاعدہ اہل کار متعین ہیں جو نمازوں کے دوران کاروبار کو بند کراتے اور کھلے عام اللہ کی شریعت کی مخالفت سے روک ٹوک کرتے ہیں۔ سعودی عرب ارضِ توحید ہے، اسلامی علوم اور جدید مسائل پر شرعی تحقیقات یہاں سب سے زیادہ شائع ہوتیں اور دنیا بھر میں پھیل جاتی ہیں۔

عین اسلامی ہدایات پر کاربند بہت سے مالی ادارے اور بنک بھی یہاں موجود ہیں جو آہستہ آہستہ غیر اسلامی اور سودی معیشت کی بنیادوں کو ختم کرتے جارہے ہیں۔ عوام کی دینی رہنمائی کے لیے مساجد میں دعوتی دروس اور مفت لٹریچر، مستند ترین علما کی سپریم کونسل، فتاویٰ کونسل اور اسلامی رہنمائی کے درجنوں ادارے یہاں کام کررہے ہیں۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ غیر مسلم یہاں اسلام قبول کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں کسی قسم کی فرقہ واریت اور انتہاپسندی وتنگ نظری کا وجود تک نہیں ہے۔ ارضِ حجاز سے آگے بڑھ کر امن وامان کی نعمت سے پورا سعودی عرب مالا مال ہے۔ رزق اور مال میں برکت اور سکون واطمینان کی فراوانی، اس سرزمین پاک کی وہ خاصیت ہے جس سے باقی مسلم ممالک محروم ہیں۔ اللہ عزّوجلّ یہ نعمتیں پاکستان اور پورے عالم اسلام کو عطا فرمائیں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سعودی حکومت دنیا بھر کے مسلمانوں کی میزبانی کرتے ہوئے، حرمین وشریفین کی بہترین خدمت کا اعزاز رکھتی ہے۔ تاریخ میں کبھی اللہ کے مہمانوں کی اس قدر بڑے پیمانے پر اور اِس خوش اُسلوبی سے میزبانی نہیں کی گئی جیسا کہ موجودہ سعودی حکومت کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس بنا پر بلاتردّد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس دور کی یہ سب سے بہترین میسر اسلامی ریاست ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کی بنا پر اسے بجاطور پر 'دار الاسلام' قرار دیا جاسکتا ہے۔ سعودی شاہوں کے زیر سایہ یہاں اللہ عزوجل کی شریعت کا نظام نافذ وجاری ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے زوال کے اس پر آشوب دور میں سعودی حکومت کے زیر انتظام حرمین وشریفین کا یہ حسن انتظام، مسلمانوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے جس سے متاثر ہو کر ہی کئی غیر مسلم اسلام کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔

سعودی عرب اپنے اندرونی اقدامات کے حوالے سے ایک بہترین ریاست ہے، گو کہ اس میں بہتری کے بہت سے مزید امکانات موجود ہیں اور بہت سی نئی کوتاہیاں بھی راہ پکڑ رہی ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کا عالمی سیاست میں ایک کردار ہے جس کے حوالے سے گذشتہ چند سالوں میں ملت کے بہت سے دردمندوں کو کئی ایک تشویشات لاحق ہیں اور سعودی عرب کو موجودہ بحران پیش آنے میں بھی ان کوتاہیوں کا بڑا عمل دخل ہے، تاہم فی الوقت ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اور سابقہ سعودی حکومت کے بعد حال ہی میں زمام اقتدار سنبھالنے والے شاہ سلمان بن عبد العزیز کی قیادت سے خوش کن اُمیدیں قائم کرتے ہیں۔ انہوں نے حکومت میں آتے ہی بعض علامتی اقدامات اور غیر معمولی رجحانات کے ذریعے ملتِ اسلامیہ میں اُمید کی نئی کرن پیدا کی ہے۔ بعید نہیں کہ شاہ سلمان کی صورت، اہل اسلام کو شاہ فیصل شہید جیسا مدبر اور ملت کا درد رکھنے والا حکمران میسّر آجائے۔

بطورِ مسلمان ہمیں فی زمانہ میسّر مثالی اسلامی ریاست کے دفاع میں یکسو ہو جانا چاہیے۔ اپنے وطن کی طرح ایک اسلامی ریاست کا تحفظ بھی ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اگر ہمیں حرمین شریفین کا امن اور تحفظ عزیز ہے، ہم چاہتے ہیں کہ وہاں اسی طرح دنیا بھر سے عازمین سکون واطمینان سے آتے رہیں تو ہمیں اپنی صلاحیت کا آخری حصہ بھی اس کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ یہ ہمارا سیاسی سے بڑھ کر، اسلامی اور ملی فریضہ ہے۔ اس حکومت کا ہم پر یہ حق ہے جس نے اس قدر بہترین انداز سے دیارِ مقدسہ کی حفاظت اور شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ کر رکھا ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پاکستانی حکومت وفوج کا موقف یہ ہے کہ وہ سعودی عرب اور بالخصوص حرمین کے دفاع کے لیے اپنی ہر صلاحیت کھپادیں گے۔ یہ پاکستانی فوج ہی نہیں، ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہیے۔ اور اس سے بڑھ کر پاکستانی افواج کو یمن میں بھی باغیوں اور غاصبوں کی بیخ کنی کرنے اور ان کی قوت کو ختم کرنے کی مساعی میں بھی عرب افواج کے شانہ بشانہ ہونا چاہیے۔ پاکستانی حکمران جس طرح اندرون ملک میں اور ترکی کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات بروے کار لاکر، سعودی عرب کے لیے جدوجہد کررہے ہیں، یہ بہت احسن اور قابل تعریف اقدام ہے۔

ملتِ اسلامیہ کا اتحاد اور خلافت کی طرف پیش قدمی

سعودی عرب نے اس حساس صورتحال کو بھانپ کر جس طرح عالم اسلام کے سرکردہ ممالک کی عسکری تائید سے پیش قدمی اور کامیاب سفارتکاری کا مظاہرہ کیا ہے اور جس طرح اسلامی ممالک نے اس کی پکار پر لبیک کہا ہے، ہماری گزارش ہے کہ ارضِ حجاز کے خادموں کو اپنی حقیقی قوت کو پہچاننا چاہیے اور ملتِ اسلامیہ کی ہر میدان میں قیادت کرنا چاہیے۔ سعودی بادشاہت سے بڑھ کر ملتِ اسلامیہ، اُن کی خدمتِ حرمین اور نفاذِ اسلام کے لیے کاوشوں پر مسرور ومطمئن ہے۔ کفر کے مقابلے میں اُمہ کو متحد کرنا، ان میں اختلاف کے ہر امکان اور رخنے کو بند کرنا اور ان کے مشترکہ مفادات کے لیے اُنہیں مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔

ایک طرف عالم کفر، ملتِ محمدیہ کو ٹکڑے ٹکڑے اور باہم صف آرا کرنے کے لیے بدترین سیاسی چالیں اور سازشیں بروئے کار لارہا ہے، گذشتہ پچیس سالوں میں عالم اسلام اور بالخصوص مشرقِ وسطیٰ عالمی سیاست کا گڑھ بن چکا ہے، دنیا کی تمام شورشیں اور جنگیں، ارض اسلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ دنیا بھر کی طاقتیں اہل اسلام کو دسترخوان بنا کر ان پر جھپٹنے کی منصوبہ بندی کررہی ہیں۔ صہیونی میڈیا کی زبانی جو خبریں چھن چھن کر آرہی ہیں، ان سے بھی صورتحال کی ابتری وپیچیدگی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سعودی عرب کے تینوں اطراف میں آگ دہک رہی ہے۔ ارضِ حجاز کے شمال میں داعش اور جنوب میں یمنی حوثیوں اور مشرق میں بحرین کے ذریعے گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔

اقوام متحدہ کی صورت میں مغربی طاقتوں نے اپنے مفادات کو منظم اور حاصل کرنے کے ایک

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ادارے کو تشکیل دے رکھا ہے۔ ویٹو کرنے والی ایٹمی طاقتیں اور سلامتی کونسل کے مستقل ارکان میں کوئی بھی مسلم ملک شامل نہیں، اور مسلم ممالک واسلامی عناصر کو جھوٹے مفادات کا لالچ دے کر ملّتِ اسلامیہ کو مزید لڑانے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ ان حالات میں سعودی حکومت کو سلامتی کونسل سے کوئی اُمید باندھنے اور اپنے دیرینہ سیاسی حلیف امریکہ سے کوئی توقع رکھنے کی بجائے، عالم اسلام کی حقیقی قوت ہی پر انحصار کرنا ہو گا۔

شریعت کی پاسداری اور دینی اقدار وشعائر کی حفاظت کی بنا پر سعودی حکومت بجا طور پر ملتِ اسلامیہ کی قیادت کر سکتی ہے۔ سعودی عرب کی پکار پر عالم اسلام کے تمام اہم عناصر، اس کے ہم نوا بن چکے ہیں۔ ایک دو ممالک کو چھوڑ کر اس وقت مسلم دنیا کا ہر قابل ذکر ملک سعودی عرب کا حلیف اور ہم نوا ہے۔ ملت کی یہ طاقت کیا کم ہے؟ اپنی غلطیوں کو پہچانا جائے، ملت کے ناراض عناصر کو یکسو اور متحد کیا جائے، میزانِ شریعت پر ان کے جائز مطالبے ہمدردی سے سنے جائیں، اور صرف آج ہی نہیں، مستقبل کے لیے ان مسائل کے خاتمہ کی ٹھوس حکمتِ عملی تشکیل دی جائے۔ یمن میں اُٹھنے والی خانہ جنگی اگر جلد نہ تھمی تو بدامنی کا یہ سلسلہ خدانخواستہ ارضِ حرمین تک پھیل جانے کے قوی امکانات ہیں اور یہی دشمنانِ اسلام کا ہدف ہے۔

اس صورتحال کا ایک ہی حل ہے، ملتِ اسلامیہ کا اتحاد اور پہلے مرحلے میں مؤثر مسلم تعاون کونسل کا قیام جس میں پاکستان اور ترکی کو ساتھ ملایا جائے، پھر وطنیت کی ان زنجیروں کو کاٹ کر پیغمبر اسلام کی ایک اُمّت کی طرف پیش قدمی۔ اس وقت ہر مسلم ملک اپنے اپنے مفادات کی ڈفلی بجاتا ہے، اور عرب ممالک میں اپنے مفادات کے تحفظ کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ ملکی مفادات ہی آخر کار ملت کو ٹکڑوں میں بانٹتے ہیں۔ نظریاتی فرقہ واریت کی شکار ملتِ اسلامیہ، سیاسی سرحدوں اور وطنیت پرستی کی بھی اسیر ہے۔ یہ مسئلہ عرب لیگ سے حل ہونے کا نہیں، عرب ممالک کی مشترکہ فوج بھی اس مسئلہ کا دائمی حل نہیں، بلکہ اسلام لیگ اور اسلامی فوج ہی اس مسئلہ کا دائمی، شرعی اور روحانی حل ہے۔ اور اسی خلافت سے مغربی دنیا کی جان ہوا ہوتی ہے۔ ملت کے سیاسی بحران بھی ہمیں اسی طرف متوجہ کرتے ہیں اور مرکز ملت محمد رسول اللہ ﷺ کی مسلسل اہانت کا بحران بھی ملت کو اسی طرف پکار رہا ہے اور شرافت واخلاق سے یہ نام نہاد مہذب دنیا تو ہمیں اپنے پیارے نبی کی عزت وناموس کا حق دینے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کو بھی تیار نہیں...!!

اہل اسلام کو اپنے علمی و فقہی اختلاف کو علمی مجالس تک محدود کرتے ہوئے، اسے تعصّب و فرقہ واریت کا شکار نہیں کرنا چاہیے۔ فقہی آرا اور اختلافِ رائے، لازماً تعصب و حزبیت کا شاخسانہ نہیں ہوتے۔ مخالف سیاسی و فقہی موقف رکھنے والوں کو برداشت کیا جائے، جائز حقوق دیے جائیں، اور تشدد سے بچ کر افہام و تفہیم اور دلیل واستدلال کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اہل السنّہ کو مل کر کفر کے مقابلے میں ایک سیاسی موقف اپنانا چاہیے، اور پھر مشترکہ قوت کے ساتھ اہل تشیع کو بھی آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ ملتِ اسلامیہ کے مفادات کو اپنے داخلی مفادات پر ترجیح دیں۔ ایران کی ایٹمی صلاحیت ملتِ اسلامیہ کے لیے خوشی کی نوید بن سکتی ہے، اگر اس کا ہدف عالم اسلام کی بجائے ملت کفریہ ہو۔ مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کے نام سے موجود ناجائز وغاصب ریاست کے خلاف سعودی عرب و ایران اور داعش واخوان کو اپنی سرگرمیاں مرکوز کرنا چاہئیں اور پھر تمام روابط و مفادات کو ملتِ محمدیہ کے طور پر استوار کرنا چاہیے۔ ایسا سب کچھ بخوبی ممکن ہے، صرف خلوص وللّٰہیت اور جذبۂ ایمانی کی کمی ہے!!

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے   کہ ترے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

آئیے قرآن سیکھیں

Learn Quran in the Best way from true and skilled Islamic Scholars.

Online بذریعہ Skype اور Viber قرآن فہمی اور اسلامی تعلیمات سیکھنے کا نادر موقع

مختصر اور شاندار کورسز   ناظرہ قرآن مع تجوید کی خصوصی کلاسز

حفظ قرآن   ترجمۃ القرآن   تفسیر القرآن   نماز مع طریقہ

عربی بول چال   اذکار مع پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں

حفاظ کے لئے تجوید سیکھنے اور منزل سنانے کی سہولت

Three days free trial

فون نمبر: +92321-4962827   +92300-8092062,

www.quranandtajweed.com

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

محبّ اللہ قاسمی

صلاحیتوں کی پہچان اور اُسوۂ نبوی

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا... ﴾

دنیا میں تمام انسان صلاحیتوں کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہیں۔ کسی میں کوئی صلاحیت ہوتی ہے تو کسی میں کوئی اور، کسی میں کم تو کسی میں زیادہ۔ اسی وجہ سے دنیا کا ہر کام ہر انسان بخوبی انجام نہیں دے سکتا اور نہ وہ تنہا اجتماعی اہداف کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ جس میں جس کام کی صلاحیت موجود ہو، وہ اسی کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے کاموں کی صحیح طریقے سے انجام دہی کے لیے افراد سازی ضروری ہے۔ لیکن افراد کو وہی مقام دینا ہو گا جو اُن کے شایانِ شان ہو۔ عربی میں اسے وضع الشيء في محلّه سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ گھر سے لے کر دفتر، اور کاروبار سے لے کر سیاست تک کے تمام شعبوں سے جڑا ہوا ہے۔ ایک کامیاب امیر کارواں کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں افراد سازی کا ملکہ، صلاحیتوں کو پرکھنے کا کمال اور تفویض کار کا ہنر حاصل ہو۔

آج معاشرے میں جو خرابیاں دَر آئی ہیں، ان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی اہم ترین کام کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے حوالے کر دی جاتی ہے جو کسی بھی لحاظ سے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف ایک باکمال اور باصلاحیت شخص کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی صلاحیتوں سے قوم وملت اور معاشرے میں بہتری آسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک عام اصول بیان فرمایا:

«أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ» [1]

"لوگوں سے اُن کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ۔"

---

1 سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: ۴۸۴۲... حدیث ضعیف

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کسی نااہل شخص کو اتنا بڑا امر تبہ نہ دے دیا جائے جس کا وہ اہل نہ ہو اور نہ کسی باصلاحیت آدمی کو نظر انداز کر دیا جائے۔ خصوصاً جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں اور بھی زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ قربِ قیامت کا دور ہے اور اس کے متعلق آپ ε کا فرمان ہے:

«إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ» [1]

"جب باگ دوڑ نااہل لوگوں کے سپرد کر دی جائے تو پھر قیامت ہی کا انتظار کرنا۔"

یعنی یہ علامتِ قیامت ہے جو ہمارے ہی ہاتھوں ظاہر ہو رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو پرکھ لیتے تھے، مزید بہتر بنانے کے لیے ان کی تربیت بھی کرتے تھے اور اُن کے مطابق اُنھیں ذمہ داری سونپ کر ان سے کام لیتے تھے۔

افراد شناسی اور لوگوں کی صلاحیتوں سے استفادے کے لیے ان کو صحیح مقام و مرتبہ دینا ایک بہت ہی اہم خوبی ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا مبارک طریقہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نے ان کی صلاحیت، فہم و بصیرت اور ہنر مندی کے پیش نظر مختلف ذمہ داریاں سونپی تھیں۔

خلفاے راشدین

① حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اپنے لقب 'صدیق' سے زیادہ مشہور ہیں، وہ انتہائی سچے اور قول و عمل میں پوری طرح مطابقت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک اور خاص صفت جو آپ کے اندر تھی، یہ کہ آپ طبیعت کے نرم تھے اور دوسروں کو مبتلائے درد و غم دیکھ کر بے چین و بے تاب ہو جایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے بہت خوش تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب شخصیت کس کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علمًا وهو مشتغل في حديثه: ٥٩

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: 'ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔' ایک مرتبہ تو آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل (گہرا دوست) بناتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا۔[2] یہی وجہ ہے کہ آپ کے انتہائی مشکل وقت میں جب کہ آپ ﷺ ہجرتِ مدینہ کر رہے تھے تو رفیق سفر سیّدنا ابو بکر ہی تھے۔ نبی کریم ﷺ تمام معاملات میں آپ کو ترجیح دیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ جب مرض الوفات میں تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا۔ ازواج نے اور نام لیا مگر آپ ﷺ کی نگاہِ انتخاب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی پر تھی اور بالآخر انہیں ہی امامت کی ذمہ داری دی گئی۔ جو جس کام کا اہل ہو اسے ہی اس پر فائز کرنا یہ بھی اسوۂ رسول ہے۔

مناسب شخصیات کا انتخاب اور تقرر وقت پر بہت فائدہ دیتا ہے۔ اسی لیے جب رسولِ کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک عجیب سی مایوسی چھا گئی تھی۔ اس وقت سیّدنا ابو بکرؓ نے شاندار خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

"جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بلاشبہ محمد ﷺ رحلت فرما گئے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے جسے موت نہیں! پھر اس آیت کی تلاوت کی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾[3]

"محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو اُلٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے، انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔"

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اوصافِ حمیدہ کے سبب اس لائق تھے کہ انھیں یہ مقام و مرتبہ دیا جاتا۔

---

۱ صحیح بخاری، کتاب المغازي، باب غزوة ذات السلاسل: ۴۳۵۸

۲ صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي لو كنت متخذًا خليلاً.....: ۳۶۵۶

۳ سورۃ آل عمران: ۱۴۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

④ رسول اللہ ﷺ نے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں کو پرکھ لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے دعا بھی کی تھی کہ

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ»

"اے اللہ! ابو جہل یا عمر بن خطاب ان دونوں میں سے جو تجھے محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو عزت نصیب فرما۔"[1]

ان کی دلیری، قوتِ ارادی اور دوررس اَفکار و خیالات کے سبب اُن کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ»[2]

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔"

چنانچہ خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد جب مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین مقرر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جو کارنامے انجام دیے، انھیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کا دل خوفِ خدا سے لرز اُٹھتا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کے قصّے معروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ دین کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت و مصالحت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ باطل کے لیے ہمیشہ ننگی تلوار رہے، مگر حق کے لیے موم کی طرح پگھل جانے والے شخص بھی تھے۔ راتوں کو گشت کرتے اور غریبوں مسکینوں کا پورا خیال رکھتے اور اُن کے لیے وظیفہ جاری کرتے تھے۔

آپ کے اندر خلیفہ ہونے کی پوری صلاحیت موجود تھی اور نبی کریم ﷺ نے جو تربیت فرمائی تھی اس کی بدولت آپ نے اسلامی سلطنت اور وہاں کے باشندوں کو بہت ہی مضبوط اور مستحکم کیا۔ رفتہ رفتہ عرب کے علاوہ دنیا کے طول و عرض میں پرچم اسلام لہرانے لگا۔ الغرض! مناسب شخصیت کے انتخاب سے کامیابیوں اور کامرانیوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

③ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۲۳ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر

---

۱ جامع ترمذی، کتاب المناقب، مناقب أبي حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: ۳۶۸۱

۲ جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب في مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ۳۶۸۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہوئے۔ آپ نے اسلامی مملکت کو مزید وسعت بخشی۔ آپ کے اہم کارناموں میں مسجدِ نبوی کی توسیع اور قرآنِ مجید کو رائج رسم الخط کے نسخے پر جمع کرنا ہے اور اسے ایک مصحف میں جمع کرنا شامل ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ہی باحیا، فیاض، محسن، نرم طبیعت اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے۔

آپ ؓ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مناسک حج کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پینے کے لیے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا، وہ ایک یہودی کے کنویں سے قیمتاً پانی لیتے تھے۔ آپ ﷺ کی ترغیب پر عثمان ؓ نے وہ کنواں خرید کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے وقف کر دیا۔[1] اپنے صلاح و تقویٰ اور امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ اسلام کی قیادت سنبھالے ہوئے اپنی خدمات انجام دے رہے تھے کہ سن ۳۵ ہجری میں عبداللہ بن سبا یہودی کے کھڑے کیے ہوئے فتنے میں بلوائیوں کے ہاتھوں اس حال میں شہید ہوئے کہ زبان پر تلاوت جاری تھی۔ جسم سے نکلا ہوا خون اس آیت: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ﴾ پر پڑا جو ہمیشہ کے لیے یادگار بن گیا۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی زیر تربیت پرورش پائی۔ علم و حکمت کے ماہر، قرآنیات پر عبور، اللہ والے ایک دلیر صحابی تھے۔ ان کا لقب ابوتراب تھا، فاتح خیبر کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جنگِ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيهِ، يُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ»[3]

"میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ذریعے اللہ فتح عطا کرے گا۔ وہ اللہ اور اس

---

۱ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی: ۳/۱۷۰

۲ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضًا: ۲۷۷۸

۳ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من أسلم على يديه رجل: ۳۰۰۹؛
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن أبي طالب: ۲۴۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے انھیں مختلف طرح کی ذمے داریاں سونپیں، ان میں عہد نامے، خطوط نویسی، جنگ کی قیادت وغیرہ شامل ہیں۔ ان ذمے داریوں کی ادائیگی میں اُنھیں بہت سے مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔

⑤ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فوجی قیادت سونپی۔ چناں چہ انھوں نے بھی اپنے اس فن میں ماہر ہونے کی حیثیت سے وہ کارنامے انجام دیے جو ایک بہادر فوجی لیڈر کے شایانِ شان تھے اور آپ کے فہم وبصیرت اور جرات وبہادری سے بہت سے مقامات فتح ہوئے، جس پر ان کو سیف اللہ کا خطاب بھی دیا گیا۔

⑥ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت اور ترجمے کا کام سونپا گیا۔ دور نبوی میں آپ کو قرآنِ کریم کی آیات لکھ کر محفوظ کرنے کا کام دیا گیا، دور صدیقی میں سیدنا ابو بکر صدیق نے یہی مبارک کام آپ سے لیا اور پھر دور عثمان میں بھی جمع قرآن کے سلسلے میں آپ کی شاندار خدمات ہیں۔

⑦ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حفظِ قرآن مجید کے سلسلے میں ذمے داری دی گئی جنھوں نے بہت سے حفاظ کرام تیار کیے۔ جب تلاوت کرتے تو اپنی خوش الحانی سے فضا کو روح پرور بنا دیتے تھے۔ حتی کہ آپ کی قراءت سننے کے لیے فرشتے بھی آپ کے گرد منڈلانے لگتے تھے۔

⑧ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس کو کسی معاملے کا والی بنایا تو فرمایا کہ "اے میرے چچا! میں اس معاملے میں کسی دوسرے کو مناسب نہیں سمجھتا کہ اسے والی بناؤں۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

«مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَوَلّٰى رَجُلًا لِقَرَابَةٍ أَوْ مَوَدَّةٍ فَقَدْ خَانَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ»[1]

"جس نے قرابت یا آپس کی محبت کی بنیاد پر کسی کو والی یا امیر بنایا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔"

⑨ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ زود فہمی، قوتِ استدلال، خوش بیانی اور بلند ہمتی کے لحاظ سے ایک

---

1 کنز العمال: ۲/ ۱۳۹، حدیث: ۱۴۳۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

منفرد ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کی تعریف وتوصیف اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی: «أَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ....»

ان کے اسی علم وفہم، سوجھ بوجھ کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے اُنھیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم لوگوں میں کیسے فیصلہ کروگے؟ معاذؓ نے جواب دیا: "میں پہلے اللہ کی کتاب کے ذریعے فیصلہ کروں گا، اگر اس میں حکم نہ ملا تو سنت میں تلاش کروں گا، اگر اس میں بھی نہ ملا تو پھر اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کروں گا۔"[1]

آپ نے بہت سے مقامات پر ان کو ذمے دار بنایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سی ذمے داریاں ان کو سونپیں۔

⑩ رسول اللہ ﷺ اچھے اوصاف سے متصف لوگوں کی تعریف کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ»[2]

"جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے، وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔"

⑪ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی خوبیوں کے پیش نظر اُنھیں 'امین الامۃ' کا خطاب عطا کیا۔ "ایک موقع پر یمن کے کچھ لوگ آئے، اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمیں کوئی ایسا شخص دیجیے جو ہمیں اسلام اور سنّت سکھائے، آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: "هٰذا أمين هذه الأمة" یہ ہیں اس اُمت کے امین۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ»[3]

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔"

---

۱ سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فضائل أصحاب رسول اللہ ﷺ: ۱۵۴

۲ مسند احمد: ۲/ ۴۸۵

۳ صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب أبي عُبيدة بن الجراح: ۳۷۴۴؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي عبيدة بن الجراح: ۲۴۱۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑫ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیک، دانش منداور کم سن نوجوان صحابی کو عظیم الشان ذمہ داری سونپی جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے میدانِ جنگ میں شرکت کی اجازت کے لیے بے تاب اور کوشاں رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس حوصلے اور دانش مندی کے سبب ان کو محض بیس سال کی عمر میں رومیوں سے جنگ کی قیادت سونپ دی۔ انھیں ایسی فوج کا کمانڈر بنایا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ اس کمسن قائد کا قافلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں روانہ ہوا۔ ان کی بہادری نے رومیوں کا خوف مسلمانوں کے دل سے نکال پھینکا اور یہ فاتح جوان مدینہ میں بہت سے مالِ غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا۔ سیرتِ صحابہ سے واقف حضرات کے لیے اس کم سن جوان کی پہچان کے لیے ان کا نام ہی کافی ہو گا۔ ان کا نام حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہے جنھیں نبی کریم ﷺ نے ان کی قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر اتنی بڑی ذمے داری سونپی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسامہ سے ملتے تو کہتے: مرحبًا بأميري (میرے امیر! خوش آمدید) اس پر لوگ تعجب کا اظہار فرماتے تو فرماتے:

"رسول اللہ ﷺ نے ان کو میرا اَمیر مقرر فرمایا تھا۔"

امارت وحکومت یا کسی معاملہ کی ذمّہ داری ایک بہت بڑی امانت ہے۔ اس کے لیے بہت غور وخوض کے بعد فیصلہ لینا چاہیے اور اس کے لیے جو شخص مناسب ہو تو اسے کسی مخالفت کے بغیر ذمہ داری دینی چاہیے اور جو اس کے لیے مناسب نہ ہو تو اس کو ذمے داری ہر گز نہیں سونپنی چاہیے۔ ورنہ وہ کام تو خراب ہو گا ہی، ساتھ ہی معاشرہ بھی بہت سی پریشانیوں اور اختلافات کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ کیوں کہ معاشرے کے بہت سے معاملات اس سے جڑے ہوتے ہیں اور بہت سے حقوق اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اہلیت کی بنیاد پر ذمہ داریوں کی تقسیم کاری کی۔ جو لوگ اس میں غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہیں یا پھر امارت ومنصب کو محض تعلق اور رفاقت کی بنیاد پر بانٹ دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے سلسلے میں سخت پہلو اختیار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» [1]

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا ذمہ دار بنائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دے گا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

«مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَحَدًا مُحَابَاةً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، لَايَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ» [2]

"جس شخص کو عام مسلمانوں کی ذمے داری سپرد کی گئی ہو، پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی وجہ سے بغیر اہلیت کے دے دیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ امارت وولایت کی تمنا نہ کریں اور نہ اس کی خواہش میں لگے رہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی:

"اے عبدالرحمٰن! تم عہدۂ امارت طلب مت کرو، اگر تم کو طلب کرنے کے بعد امارت عطا کی گئی تو تم اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے۔ اگر بلا مطالبہ تمہیں یہ عہدہ مل گیا تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۔" [3]

ذمے داری سونپنے کا معاملہ انتہائی نازک ہے۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ جس کو لوگوں کے کسی معاملہ کی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی، وہ مرتبہ میں کم ہے۔ حضرت ابوذرؓ کو آپ کے نزدیک بہت قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ بہت ہی متقی و پرہیز گار صحابی تھے مگر آپ نے ان کو کسی معاملہ میں ذمہ دار نہیں بنایا۔ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيْفًا، وَإِنِّيْ أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِيْ، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعیته النار: ۱۴۲

۲ مسند احمد: ۶/۱ ... اسنادہ ضعیف

۳ صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب من لَمْ یَسْأَلِ الإمارة أعانه اللهُ علیها: ۷۱۴۶؛ صحیح مسلم، کتاب الأیمان، باب ندب من حلف یمینًا.....: ۱۶۵۲

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اثْنَيْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ» [1]

"اے ابوذرؓ! میں تمھیں کمزور پاتا ہوں۔ میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو لوگوں پر بھی ذمہ دار نہ ہونا اور نہ مال یتیم کا ولی بننا۔"

دوسری جگہ حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا» [2]

"یہ امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی و ندامت کا سبب بنے گی۔ سوائے اس کے جو اس کا حقدار ہو اور اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے انجام دے۔"

سلف صالحین کا طریقہ

نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کی اہمیت اور نزاکت کے سبب اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"من ولي من أمر المسلمين شيئًا فولي رجلا لمودة أو قرابة بينهما، فقد خان الله ورسوله والمسلمين" [3]

"جس شخص کو مسلمان کے کسی معاملے کا ذمے دار بنایا گیا اور اس نے دوستی اور قرابت کی بنیاد اس کا کوئی کام کیا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔"

اسی طرح کا معاملہ تابعین و تبع تابعین کا بھی تھا۔ جناب عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بنائے گئے۔ انھوں نے اپنے پہلے خطاب میں کہا: "مجھ سے خلافت کی بیعت لی گئی جب کہ میں اس کا متمنی نہیں تھا۔ لہٰذا آپ لوگ جسے چاہیں اپنا خلیفہ متعین کر لیں۔ اس پر مجمع رو پڑا اور اپنی بھرائی ہوئی آواز میں کہا: اے محترم! ہم نے آپ کا انتخاب کیا اور ہم آپ سے خوش ہیں۔ تو عمر بن عبد العزیز بھی رو پڑے اور کہا:

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة: ۱۸۲۶

۲ صحیح مسلم، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة: ۱۸۲۵

۳ کنز العمال: ۲/ ۱۳۹، حدیث: ۱۴۳۰۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"اللہ مدد گار ہے۔ پھر منبر کے گرد موجود لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نصیحت کی کہ میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا، اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا، اس کی کوئی اطاعت نہیں۔ پھر اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا: تمہارے درمیان جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا، اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تمہارے ذمہ میری اطاعت لازم نہیں ہوگی۔"

پھر قصر خلافت کی طرف روانگی کے لیے لوگوں نے سواری پیش کی تو آپ نے کہا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں، اس لیے میری آمد و رفت بھی اسی طرح ہوگی اور قصر خلافت کے بجائے اپنے مکان کا رخ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جو اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرے گا، اللہ اسے بلند مقام عطا کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف ذمہ داری کی نزاکت اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے سبب اسے قبول کرنے سے کتراتے تھے۔ بہت سے لوگ جیلوں میں ڈال دیے گئے، ان پر کوڑے برسائے گئے لیکن اُنھوں نے کوئی منصب قبول نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے اپنے بزرگوں کے تاریخی احوال موجود تھے اور ان کے تقویٰ و دیانت داری کے قصے سنائے جاتے تھے۔ لہٰذا ان کی نگاہ میں اس احساسِ ذمے داری کے ساتھ کسی منصب یا ذمے داری کو قبول کر لینا معمولی بات نہیں تھی۔

حاصل کلام یہ کہ قائدین اُمت کو اس مسئلے پر پوری دیانت داری کے ساتھ توجہ دینی چاہیے۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے بعد آنے والوں کو عمدہ دینی تربیت دیں اور افراد سازی کے ساتھ ساتھ تفویض کار میں بھی باریک بینی سے کام لیتے ہوئے ذمے داری سونپنے کا فریضہ انجام دیں۔ کیونکہ یہ ایک امانت ہے جس میں کسی ذاتی منفعت کے پیش نظر خیانت کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ اس سے امت بحران کا شکار ہوتی اور ملت کو بہت بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی نصرت ایسے ذمہ داروں پر نہیں ہوتی جو کسی مفاد کے پیش نظر کسی عہدے پر فائز ہوں۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سلمان بن حمد بطحی
ترجمہ: نائب مدیر

نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے سو طریقے

نبی کریم ﷺ کی بار بار اہانت کی کوششیں جہاں اہل مغرب کے تعصّب کی نشاندہی کر رہی ہیں، وہاں مسلمانوں کے جذبات میں تلاطم پیدا کر رہی ہیں۔ ایسے حالات میں ہر اُمّتی اپنا کچھ نہ کچھ کردار ادا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ حمایتِ مصطفیٰ ﷺ کی سعادت اور آخرت میں ان کی شفاعت سے محروم نہ رہے۔ اس سلسلے میں عربی کتابچے ۱۰۰ وسیلة لنصرة المصطفٰی ﷺ (ناشر دار القاسم، الریاض) کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

اسلام کے اہم ارکان میں سے پہلا رکن کلمہ شہادت ہے:

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله»

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔"

اس کلمے کے جزیعنی «أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله» کے کچھ تقاضے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

① نبی کریم ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا، اس کی تصدیق کرنا۔ تصدیق میں بھی سب سے پہلے اس کی تصدیق ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو تمام جن وانس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ ﷺ قرآن وسنت کی صورت میں نازل ہونے والی وحی دوسروں تک پہنچائیں۔ اور قرآن وسنت دین اسلام ہی کا دوسرا نام ہے جس کے سوا اللہ کسی اور دین کو قبول نہیں فرمائے گا۔

② رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور آپ علیہ السلام کے فیصلوں پر دل وجان سے رضامندی اور انہیں مکمل بلاتردد وتوقف طور پر قبول کرنا، سنت کی پیروی کرنا اور اس کے سوا جو کچھ ہے اسے ترک کرنا۔

③ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا ایسا تعلق جو والدین، اولاد حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ اس تعلق میں بھی آپ ﷺ کی تعظیم، عظمت، توقیر، نصرت اور دفاع کی مکمل پاسداری شامل ہو۔

④ آپ علیہ السلام نے جس جس کام سے منع کیا ہے یا وعید سنائی ہے، اس سے رک جانا، اور اللہ کی عبادت اس طریقے کے مطابق کرنا جو آپ ﷺ نے بتایا ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلمہ توحید کے اس دوسرے حصے کے مذکورہ مفہوم کے لیے کوشاں رہے تاکہ اس کا ایمان معتبر ہو اور محمد ﷺ کی گواہی اس کے حق میں قبول ہو۔

دیکھئے! منافقین بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱ ﴾[1]

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ اپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔''

رسالت کی گواہی منافقین کے لیے اس بنا پر سود مند نہ ہوئی کہ اُنہوں نے اس کے مفہوم کے تقاضوں کو پورا نہ کیا۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ سے محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے اور آپ علیہ السلام کے حقوق کی پاسداری کرنے کے لیے چند تجاویز اور مشورے پیش خدمت ہیں۔ موجودہ حالات میں اس کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اغیار مختلف ہتھکنڈوں سے شانِ رسالت مآب میں ہرزہ سرائی کوششیں کرکے محرومیوں اور بدنصیبیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی بھی مختلف ذمہ داریاں ہیں، ہم اُنہیں ان ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری

① نبوت کے دلائل پر غور و فکر اور اُنہیں تلاش کرنا۔ اس سلسلے میں قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ ساتھ دیگر دلائل کی جستجو کرنا۔

② قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں آپ ﷺ کے اتباع اور اطاعت کے دلائل کے متعلق جاننا۔

③ اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، جیسا کہ اس نے فرمایا:

---

1 سورۃ المنافقون:1

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾

"بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

قدیم دور سے لے کر آج تک اور آج سے قیامت تک اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرماتا رہا ہے اور پیدا فرماتا رہے گا جو سنت کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ صحیح اور ضعیف کو علیحدہ کرتے رہیں گے اور جمع و تدوین اور تالیف کرتے رہیں گے۔

④ آپ ﷺ کے حسن و جمال، صفات اور اعلیٰ کردار کا تذکرہ کر کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کا شعور جاگزیں کرنا۔ اسی طرح اس مقصد کے لیے آپ ﷺ کی خصوصیات اور خوبیوں کا مطالعہ کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ روئے زمین پر آپ ہی کامل بشر ہیں اور آپ ہی اخلاق کے سب سے بلند رتبے پر فائز ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ ﴾[2]

"بے شک آپ اخلاق کے بلند درجے پر فائز ہیں۔"

⑤ آپ ﷺ کے احسانات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں ہر دم تازہ ہوں کہ آپ علیہ السلام نے حق رسالت بڑے اچھے انداز سے ادا کیا اور اُمت کی بہترین خیر خواہی کی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

⑥ اللہ کے فضل و کرم کے بعد ہر دینی اور اُخروی فائدے کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا کیونکہ آپ ﷺ ہی نے اس خیر و بھلائی کی طرف ہماری راہ نمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو انبیاء و رسل سے بڑھ کر اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

⑦ اس بات کا اعتراف کہ آپ ﷺ اپنی اُمّت پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والے، مہربانی کرنے والے اور سب سے زیادہ اُمت کی فلاح و صلاح کے خواہاں ہیں، فرمانِ باریٰ ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾[3]

"نبی ﷺ مؤمنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔"

⑧ ان آیات اور احادیث کو جاننا جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں آپ ﷺ کے مقام اور مرتبے کا

---

۱ سورۃ الحجر: ۹

۲ سورۃ القلم: ۴

۳ سورۃ الاحزاب: ۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اظہار فرمایا ہے اور وہ اپنے رسول ﷺ سے کس قدر محبت فرماتا ہے اور آپ علیہ السلام کے اکرام کا کس قدر خیال رکھتا ہے!!

⑨ نبی کریم ﷺ سے محبت کو اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپ علیہ السلام سے محبت رکھنی ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ، وَوَلَدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[1]

''تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے والد، اولاد تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہیں بنالیتا۔''

⑩ اللہ تعالیٰ کا اس بات کا خصوصی حکم فرمانا کہ اُمتی آپ ﷺ کے ادب اور آپ علیہ السلام کی سنتوں کا احترام ملحوظ رکھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ ﴾[2]

''اے اہل ایمان اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرنا اور جیسے تم ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو آپ ﷺ کو نہ پکارنا، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں شعور تک نہ ہو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾[3]

''رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔''

⑪ نبی کریم ﷺ کے دفاع اور حمایت و نصرت کے متعلق حکم الٰہی کو تسلیم کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ﴾[4]

---

۱ صحیح بخاری، حدیث: ۲۷۸۳
۲ سورۃ الحجرات: ۲
۳ سورۃ النور: ۶۳
۴ سورۃ الفتح: ۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ، آپ کی نصرت وحمایت کرو اور توقیر کرو۔"

⑫ آپ ﷺ کی نصرت وحمایت کا جذبۂ صادقہ ہمیشہ تازہ رکھنا۔

⑬ اس بات کا پورا یقین رکھنا کہ جس نے صحیح معنوں میں آپ علیہ السلام سے محبت کی، اسے آخرت میں بہترین جزا آپ علیہ السلام کی رفاقت کی صورت میں ملے گی۔ کیونکہ ایک شخص نے آپ علیہ السلام کے سامنے یہ اعتراف کیا تھا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

«أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ»[1] "تو اس کے ساتھ ہو گا، جس سے تو محبت کرتا ہے۔"

⑭ رسول اکرم ﷺ کا جب بھی ذکرِ خیر ہو، آپ پر درود بھیجنے کا خصوصی اہتمام کرنا۔ علاوہ ازیں اذان کے بعد، جمعے کے دن اور عام اوقات میں درود پڑھنا چاہیے تاکہ اس کے بہترین بدلے سے ہمیں نوازا جائے اور آپ علیہ السلام کا یہ حق ہم ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

⑮ سیرتِ نبوی کا مطالعہ اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور اسباق سے آگاہی حاصل کرنا اور اسے اپنے ذاتی حالات اور زندگیوں پر منطبق کرنا۔

⑯ حدیث و سنت کا مطالعہ کرنا، اُنہیں سیکھنا، ان میں سے صحیح روایات پر عمل کرنا۔ ان کا فہم حاصل کرنا۔ اور یہ تعلیمات نبویہ جن احکامات، بلند اخلاق اور اللہ کی غلامی کے ضابطوں پر مشتمل ہیں، اُنہیں قبول کرنا۔

⑰ آپ ﷺ کی تمام سنتوں کو درجہ بدرجہ اپنانا۔

⑱ آپ ﷺ کی ایسی سنتوں کو بھی کم از کم زندگی میں ایک دفعہ اپنانا جو مستحب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہو کہ ہر کام میں آپ ﷺ کی اقتدا کا جذبہ موجود ہے۔

⑲ سنتِ نبویؐ کے ساتھ استہزا اور حقارت سے از حد محتاط رہنا۔

⑳ لوگوں میں سنت کے اثرات دیکھ کر فرحت محسوس کرنا۔

㉑ کچھ لوگوں کا سنت کے ساتھ منفی رویہ دیکھ کر دل میں قلق اور اضطراب پیدا ہونا۔

㉒ نبی کریم ﷺ یا آپ کی پیاری سنتوں پر تنقید کرنے والے کے لیے بغض رکھنا۔

㉓ رسولِ اکرم ﷺ کی ازواج و اولاد سے محبت کرنا، اور آپ علیہ السلام کے اقارب کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنا اور آپ علیہ السلام کی آل میں سے جو راہِ ہدایت سے دور ہوں، دوسروں کی نسبت ان

---

1 صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۸۸

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی ہدایت کی بہت زیادہ خواہش رکھنا۔ جیسا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چچا سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کی تھی: «يا عباس! لإسلامك يوم أسلمت كان أحبّ إلي من إسلام الخطاب، وما لي إني قد عرفت أن إسلامك كان أحب إلى رسول الله ﷺ من إسلام الخطاب»[1]

"عباس رضی اللہ عنہ! جب آپ اسلام لائے تو آپ کا اسلام لانا مجھے میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ اچھا لگا۔ میرے نزدیک اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ میں جانتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ خطاب کی نسبت آپ کے اسلام لانے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔"

㉔ نبی ﷺ کی اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق وصیت کی لاج رکھنا۔ جو وصیت آپ علیہ السلام نے ان الفاظ سے کی: «أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ»[2]

"اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں..."

㉕ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا، ان کی عزت و توقیر کرنا اور بعد والوں سے ان کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا کہ علم و عمل اور اللہ کے ہاں مقام و مرتبے میں وہ بہت بڑھ کر تھے، اور جو کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعنہ زنی کی کوشش کرے یا ان کی تنقیص کرے، اُس سے بغض رکھنا۔

㉖ علماے دین سے محبت کرنا اور ان کی قدر کرنا۔ ان کے مقام کی وجہ سے ان کی قدر کرنا اور میراثِ نبوت سے ان کی وابستگی کی وجہ سے بھی، کیونکہ علما انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی نصرت و حمایت خاندان اور معاشرے کی سطح پر

۲۷ رسول اللہ ﷺ کی محبت پر بچوں کی تربیت اور ذہن سازی

۲۸ تمام حالات میں اتباعِ رسول ﷺ کا درس

۲۹ کتبِ سیرت کی طرف بھرپور توجہ

۳۰ سیرت النبی ﷺ پر کیسٹ اور سی ڈیز سے استفادہ

۳۱ بچوں کے لیے سیرت کے عنوان پر کہانیاں اور کتابچے فراہم کیے جائیں۔

---

۱ المعجم الکبیر از طبرانی: ۸/ ۱۱

۲ صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۰۸

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۳۲ فیملی کے تمام افراد کم از کم ہفتے میں ایک بار سیرتِ نبوی پر درس کا اہتمام کریں۔

۳۳ خاوند اپنی بیوی سے سلوک کرتے ہوئے اُسوۂ نبوی سے بھرپور راہ نمائی لے۔

۳۴ بچوں کو مسنون اذکار و دعائیں یاد کرائی جائیں اور متعلقہ اوقات میں اُنہیں پڑھنے پر اُبھارا جائے۔

۳۵ بچوں کی روز مرہ کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ان میں احادیث پر عمل کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جیسے یتیم کی کفالت کا ثواب، کھانا کھلانے کی فضیلت اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کر کے اس کا عملی اظہار کیا جائے۔

۳۶ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی بابت جو مثالیں اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں، مثلاً:

«اَلْـمُؤْمِنُ كَيِّسٌ فَطِنٌ...»[1] "مؤمن دانا اور ذہین ہوتا ہے۔"

اسی طرح: «لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ»[2]

"مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔"

اس قسم کے فرامین نبوی سنا کر بچوں کو اچھی عادات و خصائل کا عادی بنایا جائے۔

۳۷ گھروں میں سیرت کوئز پروگرام کرائے جائیں اور اُن پر انعام بھی دیا جائے۔

۳۸ رسولِ اکرم ﷺ جس طرح اپنی گھریلو زندگی گزارا کرتے تھے، اس سے پورے خاندان کو متعارف کرایا جائے اور اسی انداز سے نظام چلانے کی کوشش کی جائے۔

تعلیم و تعلم سے وابستہ اَفراد میں نصرت و حمایتِ مصطفیٰ ﷺ

۳۹ طلباء و طالبات کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کے جذبے جاگزیں کیے جائیں اور اُمت پر آپ علیہ السلام کے حقوق کا اظہار کیا جائے۔

۴۰ ایسے لیکچرز کا بکثرت اہتمام کیا جائے جو حیاتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو شامل ہوں۔

۴۱ ڈاکٹریٹ اور دوسرے اعلیٰ تعلیمی مراحل میں سیرتِ نبوی کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقات کرائی جائیں۔

---

۱ موضوع حدیث ہے۔ ضعیف الجامع: ۵۹۰۴

۲ صحیح بخاری: حدیث ۶۱۳۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۴۲ عالم اسلام اور یورپ کی نمایاں یونیورسٹیوں میں سیرت چیئر قائم کرنے کی طرف ذمہ داران کو مائل کیا جائے۔

۴۳ سیرت نبوی کے حوالے سے علمی اور تحقیقی مقالے پیش کیے جائیں اور اربابِ تحقیق کو مغازی اور شمائل پر علمی شہ پارے تیار کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

۴۴ مدارس اور یونیورسٹیوں میں سیرت نمائش کا اہتمام کیا جائے۔ ان نمائشوں میں عہد نبوی کے جغرافیہ اور ماحول کے ماڈلز کا اہتمام وانتظام کیا جائے۔

۴۵ یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کی سیرتِ مبارکہ سے متعلقہ کتب کو علیحدہ کر کے نمایاں جگہ پر رکھا جائے اور موضوع پر مزید کتب اکٹھی کی جائیں۔

۴۶ سیرت کے موضوع پر انسائیکلوپیڈیاز کا اہتمام کیا جائے، اور پھر مختلف عالمی زبانوں میں اُن کا ترجمہ کیا جائے۔

۴۷ سیرت کے موضوع پر طلبا اور طالبات میں سالانہ مقابلے کرائے جائیں اور ان کے لیے فنڈ مختص کر کے بیش قیمت انعامات سے نوازا جائے۔

۴۸ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا جائے جن کی بدولت طلباء وطالبات میں محبتِ رسول ﷺ کے جذبات پیدا ہوں اور سنّت سے آگاہی ہو۔

۴۹ تربیتی دوروں کا انعقاد کر کے ایسے راہ نما تیار کیے جائیں جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق راہ نمائی فراہم کریں۔

ائمہ کرام، داعیانِ دین اور طلباے علوم نبوت کی سطح پر نصرت وحمایتِ مصطفیٰ ﷺ

۵۰ رسولِ اکرم ﷺ کی دعوت کے میدان میں اختیار کی جانے والی خصوصیات کا اظہار کیا جائے، اور لوگوں کو بتایا جائے کہ آپ کو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین دے کر بھیجا گیا ہے جو انتہائی آسان ہے، اور آپ علیہ السلام کی دعوت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ تمام لوگ ہدایت پر آجائیں اور صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کریں۔

۵۱ بلا امتیاز ہر طبقے اور میدان کے لوگوں کو اس دین کے قریب کیا جائے جسے لے کر آپ علیہ السلام

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مبعوث ہوئے۔

۵۲ آپ ﷺ کے نبوت سے پہلے اور بعد کے اخلاق و کردار اور اَوصاف کو لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

۵۳ رسول اللہ ﷺ کے اپنے اہل و عیال، ہمسایوں اور رفقا سے برتاؤ کو واضح کیا جائے۔

۵۴ نبی کریم ﷺ یہود و نصاریٰ، مشرکین اور منافقین سے کیسا برتاؤ کرتے تھے، اسے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

۵۵ آپ ﷺ کے روزانہ کے معمولات کو واضح کیا جائے۔

۵۶ سیرت کے موضوع پر خطباتِ جمعہ کے علاوہ تمام خطبوں میں بھی سیرت النبی ﷺ کے متعلقہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

۵۷ نماز میں ان آیات کی تلاوت کریں جن میں آپ ﷺ کا کسی بھی پہلو سے تذکرہ ہے۔ اور نماز کے بعد ۵، ۷ منٹ میں ان آیات کی مختصر تفسیر بیان کر دیں۔

۵۸ مساجد اور مدارس میں حفظِ قرآن کی کلاسوں کے ساتھ ساتھ حفظِ حدیث کی کلاسوں کا بھی اہتمام کیا جائے۔

۵۹ عام لوگوں کے ذہنوں میں حدیث و سنّت کے متعلق جو اشکالات پائے جاتے ہیں، ان کی اصلاح کی جائے اور آپ ﷺ کے طریقہ و منہج کو اختیار کرنے کی تلقین کی جائے۔

۶۰ علما اور ائمہ کرام کے ایسے فتوے لوگوں کو بتائے جائیں جن میں اُنہوں نے شانِ رسالت مآب ﷺ میں ہرزہ سرائی کرنے والوں کے متعلق فتوے دیے ہوں اور ایسا کرنے والوں سے بغض کا درس دیا ہو اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہو۔

۶۱ لوگوں کو دین کے قریب کرنا اور دین سے ان کا ناطہ جوڑنا۔

۶۲ عامۃ الناس کو رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں غلوّ سے دور رکھنا، اور اُنہیں نبی کریم ﷺ کے ایسے فرامین یاد دلانا: «لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابنَ مَرْيَمَ»[1]

---

۱ صحیح بخاری: ۳۴۴۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"مجھے میرے مقام سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کا مقام بڑھا دیا تھا۔"

اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا اظہار کہ سچی محبت آپ ﷺ کی اتباع میں ہے اور لوگوں کو اہل بدعت اور خواہش پرستوں کے چنگل سے نکالنے کی جستجو کرنا۔

۶۳ سیرت النبی ﷺ کو بنیادی مصادر سے پڑھنے کی ترغیب دینا اور ان بنیادی کتب کے متعلق پوری وضاحت کرنا۔

۶۴ رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ کے متعلق کسی بھی نوعیت کے شبہات، خواہ وہ اشارۃً ہوں یا صراحۃً، ان کا مکمل قلع قمع کرنا۔

صحافت اور ذرائع ابلاغ کی سطح پر نبی کریم ﷺ کی نصرت وحمایت

۶۵ رسول اکرم ﷺ اور اُمّت کے خصائص کو متعلقہ مناسبتوں کی روشنی میں بھرپور طریقے سے میڈیا پر نشر کرنا۔

۶۶ کسی بھی ایسے پروگرام یا کالم کو نشر کرنے سے گریز جس میں آپ ﷺ کی سنّت کی بابت حقارت کا کوئی پہلو سامنے آتا ہو۔

۶۷ مغربی میڈیا کا بھرپور مقابلہ کرنا، خصوصاً جب وہ آپ ﷺ اور دین اسلام کے متعلق شبہات اور اتہامات کے دروازے کھولنا چاہیں۔

۶۸ میڈیا اور صحافت سے متعلقہ ان غیر مسلموں سے میٹنگیں جو تا حال انصاف کا دامن تھامے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی سنت وسیرت کا اظہار

۶۹ مغرب کے انصاف پسند طبقے کی آپ ﷺ کے بارے میں آرا کا زیادہ سے زیادہ پرچار

۷۰ دنوں اور اوقات کی مناسبت سے سیرت کے متعلق پروگرام ترتیب دیے جائیں

۷۱ جدید ذرائع ابلاغ پر سیرت کے عنوان سے بڑے بڑے انعامی مقابلے کرائے جائیں۔

۷۲ سیرت پر مقالات، واقعات اور کالم لکھوائے جائیں۔

۷۳ اخبارات و رسائل کے چیف ایڈیٹرز کے ساتھ اس عنوان سے میٹنگ رکھی جائے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت واجب ہے اور آپ علیہ السلام کی محبت اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے بلکہ اپنی

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ذات سے بھی بڑھ کر ہونی چاہیے، اور آپ ﷺ کی محبت آپ کی توقیر و تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور آپ کی بات ہر ایک کی بات سے مقدم اور اعلیٰ ہے۔

۷۴ سافٹ ویئرز اور سی ڈیز تیار کرنے والی بڑی بڑی کمپنیوں کو اُبھارا جائے کہ وہ سیرت رسول ﷺ پر سی ڈیز وغیرہ تیار کریں۔

۷۵ میڈیا کے ذمہ داران کو اس بات پر اُبھارا جائے کہ وہ ایسے پروگرام نشر کریں جن میں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف اور اہم واقعات کا تذکرہ ہو۔

رفاہی تنظیموں کی سطح پر نصرت وحمایتِ مصطفیٰ ﷺ

۷۶ ایسی کمیٹیوں کا قیام جو رسول اللہ ﷺ کی نصرت کا علم تھام لیں۔

۷۷ سیرت پر کانفرنسیں اور نمائشوں کے لیے محلے اور شہر کی سطح پر کچھ مقامات مختص کیے جائیں جہاں کتبِ سیرت کی نمائش کے ساتھ ساتھ ویڈیو اور آڈیو پروگرام نشر کیے جائیں جو رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نمایاں کریں۔

۷۸ ایسی مستقل جگہیں ہوں جہاں سے سیرت پر کتب اور سی ڈیز مل سکیں۔

۷۹ ماضی کی عظیم شخصیات میں سے ان پر سالانہ پروگرام کرائے جائیں جنہوں نے سنّت وسیرت پر گرانقدر خدمات انجام دیں، اور وہاں ملنے والے ایوارڈ کو انہی کے نام سے موسوم کیا جائے۔

۸۰ مختلف زبانوں سے سیرت پر کتب شائع کی جائیں اور اُنہیں مستشرقین سمیت بک سنٹرز اور یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں بھجوایا جائے۔

۸۱ ہر رفاہی تنظیم ایک میگزین کا اجرا کرے جس میں خصوصی طور پر سیرت نبوی اور دین واخلاق کے عنوان پر مضامین شائع ہوں اور اس امت کے اَوصاف کا تذکرہ ہو اور دین اسلام کی خوبیوں کا پرچار ہو۔

۸۲ لوگوں کو رسول ﷺ کی اعانت و نصرت پر مائل کرنے کیلیے فنڈ قائم کیا جائے، اور اسکے ذریعے سیرت پر تالیف وتصنیف کا کام کیا جائے اور اس کا ترجمہ کروا کر عالمی سطح پر پھیلایا جائے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سوشل میڈیا سے وابستہ لوگوں کی سطح پر نصرت واعانتِ رسول ﷺ

۸۳ ایسے مقالات، مجموعے اور مضامین سوشل میڈیا پر اکٹھے کر کے لائے جائیں جن میں دینِ اسلام کی خوبیاں بھی ہوں اور اسلام کی نظر میں دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کے مقام و مرتبے اور محبت کا درس ہو، اور اسی طرح کے دیگر عنوانات بھی شامل ہوں۔

۸۴ سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے ویب سائٹس تیار کی جائیں اور سوشل میڈیا پر ایک حصہ سیرت کے لیے مختص کیا جائے اور اس کے ذریعے آپ علیہ السلام کی سیرت کو عالمی تناظر میں نمایاں کیا جائے۔

۸۵ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مکالمہ کیا جائے اور اُنہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔

۸۶ سوشل میڈیا پر نبی ﷺ کی سیرت اور وعظ و نصیحتِ نبوی اور احادیثِ مبارکہ نشر کی جائیں۔

۸۷ مختلف ایام کی مناسبت سے آپ ﷺ کی سیرت کو جدید ذرائع ابلاغ پر لایا جائے، اور دعوتِ نبوی کے پہلو کو نمایاں کیا جائے۔ خصوصاً جب کوئی ہنگامی صورت پیش آئے تو اس کا ضرور اہتمام کیا جائے۔

۸۸ ان کتب اور لیکچرز کی نشاندہی کی جائے جو رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت سے متعلقہ ہوں۔

۸۹ نصرت وحمایتِ مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر ایسے چھوٹے چھوٹے جملے تیار رجمع کیے جائیں، جنہیں میسج اور فیس بک وغیرہ پر دیا جاسکے۔

حکومتی اور بڑے بڑے مالدار لوگوں کی سطح پر رحمتِ دوعالم ﷺ کی نصرت و دفاع کے پہلو

۹۰ سیرتِ نبویؐ سے متعلقہ سرگرمیوں کو ہر سطح اور ہر انداز سے مکمل سپورٹ کیا اور اُنہیں سراہا جائے۔

۹۱ ان مقالوں اور تالیفات کو ملکی سطح پر شائع کیا جائے جو سیرت، احادیث اور نبی ﷺ کے نصائح پر مشتمل ہوں۔

۹۲ حکومتی سطح پر سیرت کے عنوان سے تحقیق و ترجمے کے شعبے قائم کیے جائیں۔

۹۳ نبی کریم ﷺ کی علمی وراثت اور کتبِ سیرت ڈسپلے کرنے کے لیے بڑے بڑے مکتبوں اور

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شورومزکا اہتمام کیا جائے۔

۹۴ سیرت اور سنت سے متعلقہ انٹرنیٹ پر حکومتی سطح پر کام ہو۔

۹۵ سیرت اور سنت کے موضوع پر کتب کی طباعت و اشاعت کا بھرپور اہتمام اور کیسٹیں اور سی ڈیاں تیار کی جائیں۔ جن کی مدد سے آپ علیہ السلام کے اخلاق و شمائل کو مختلف زبانوں، خصوصاً انگریزی میں شائع کرایا جائے۔

۹۶ سیرت کے عنوان سے ملکی سطح پر انعامی مقابلے اور ان میں شریک ہونے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی۔

۹۷ سیٹلائٹ چینل، ریڈیو اور اخبارات ورسائل میں سیرت النبی ﷺ پر پروگرام نشر کیے جائیں اور مضمون شائع کروائے جائیں، انگلش زبان میں اس کا خاص اہتمام کیا جائے۔

۹۸ میڈیا کے مشہور و نامور چینلز سے کچھ وقت لے کر اس میں سیرت پر پروگرام نشر کیے جائیں۔

۹۹ ۹۹ مشورے ہم نے دیے، ایک مشورہ آپ یہاں اپنی طرف سے دیں اور پھر اس پر اور ان سب صورتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رحمتِ عالم ﷺ کی نصرت و اعانت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

محدث میں چھپنے والا کوئی مضمون آپ چھپوا کر تقسیم کرنا چاہتے ہوں تو رابطہ کریں

نائب مدیر: 0322-4044013

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ملک کامران طاہر[1]

نامور مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی حفظہ اللہ سے ایک انٹرویو

معروف سیرت نگار اور محقق پروفیسر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ہر سال کی طرح امسال بھی پاکستان کے علمی دورہ پر تشریف لائے اور آپ نے ایک ماہ کے دوران سرگودھا، فیصل آباد، لاہور اور کراچی میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اہم خطبات دیے۔ آپ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد رابع حسنی ندوی جیسی شخصیات سے کسبِ فیض کیا اور تمام تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء، جامعہ ملّیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حاصل کی، لیکن مسلم علی گڑھ یونیورسٹی آپ کی پہچان بن گئی، جہاں آپ شعبہ تاریخ میں بطورِ ریسرچ سکالر، بعد ازاں اُستاذ ہو گئے، پھر ڈائریکٹر شعبہ علوم اسلامیہ کی ذمہ داری انجام دیتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو یونیورسٹی کے ذیلی ادارہ 'شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل' کا سربراہ بنا دیا گیا اور اب تک اسی میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ کو شاہ ولی اللہ ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

سیرت نگاری آپ کا مخصوص میدان ہے۔ موصوف کی عربی، اُردو اور انگریزی زبان میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں اور پانچ سو کے قریب مختلف موضوعات خصوصاً سیرت النبی ﷺ پر آپ کے مقالات مختلف جرائد میں چھپ چکے ہیں۔ قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا شبلی اور سید سلیمان ندوی کے بعد ڈاکٹر یٰسین مظہر کے قلم نے سیرت کے بہت سے پوشیدہ پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔

اس سال یونیورسٹی آف سرگودھا میں ڈاکٹر صاحب کو 'مکی عہد میں سیرت النبی ﷺ کے زاویے' کے عنوان پر خطبات کی سیریز کے لیے مدعو کیا گیا تھا جس کے لیے چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر مسلسل ایک سال سے ان سے رابطہ میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے دس خطبات ارشاد فرمائے جو ۹ تا ۱۳ مارچ، پانچ دنوں میں روزانہ تین گھنٹے کی نشست میں سیرت کے

[1] پی ایچ ڈی سکالر یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا... رکن مجلس ادارت ماہنامہ محدث، لاہور

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مختلف پہلوؤں کے حوالے سے دیے گئے۔ یہ مقالات یونیورسٹی آف سرگودھا کی طرف سے عنقریب اشاعت پذیر ہوں گے۔ اس دوران ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کی رات گئے تک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ علمی نشستیں بھی جاری رہتیں، راقم نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے تبادلہ خیال اور بہت سے مسائل میں استفادہ کیا۔ یہ انٹرویو ذیل میں قارئین محدث کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے:

طاہر: آپ کا تعارف اور ابتدائی حالات

ڈاکٹر صاحب: پورا نام محمد یٰسین مظہر صدیقی ہے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کو اُتر پردیش میں پیدا ہوا۔ ہجری تقویم کے حساب سے تاریخ ولادت ۱۳۶۳ھ بنتی ہے اور مظہر صدیقی کے نام سے مشہور ہوں۔ اور یہ نام میرے والد صاحب نے رکھا تھا، ان کی یہ روایت تھی کہ وہ اپنے بچوں کے نام تاریخی مناسبت سے رکھتے تھے۔ ان کا نام مولوی انعام علی تھا اور میں اُنہیں 'باباجان' کہتا تھا۔ میری تعلیم وتربیت اُنہوں نے کی اور سب کچھ اُنہی کی تربیت کا فیض ہے۔

اُنہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرا پہلا بیٹا پیدا ہوا تو اسے عالم دین بناؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں میری شکل میں بیٹا دے دیا۔ میری تعلیم ابتدا میں خود فرمائی۔ میں نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی قصبہ گولا... جو کہ بڑا تاریخی قصبہ ہے... میں حاصل کی جس کے بعد میں ۱۹۵۳ء میں لکھنؤ چلا گیا۔ وہاں ندوۃ العلماء سے ۱۹۵۹ء میں 'عالم' اور ۱۹۶۰ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے 'فاضل ادب' کیا۔ اس کے بعد باباجان کی خواہش پر شادی ہوگئی، چھوٹی بہن کی بھی شادی ساتھ کر دی گئی، ہمارے ہاں چھوٹی عمر میں شادی کر دی جاتی تھی۔

اس کے بعد مجھے میڈیکل کی دکان پر بٹھا دیا گیا۔ باباجان نے میڈیکل سٹور میرے لیے کھولا تھا لیکن مجھے اس میں قطعاً دلچسپی نہ تھی۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ میری توجہ کام کی طرف نہیں تو اس کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتادیا کہ اگر میں نے دینی علوم پڑھ کر بھی یہی کام کرنا تھا تو پڑھنے کا کیا فائدہ؟ اور جو پڑھا تھا، وہ اب بھولتا جارہا ہے۔ اس پر باباجان نے کہا: ٹھیک ہے، آپ جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ میں نے کہا میں اَب انگریزی تعلیم حاصل کروں گا۔

اس طرح بعد میں میں نے جامعہ ملّیہ میں ہائیر سیکنڈری میں داخلہ لے لیا، ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں نے ہائیر سیکنڈری کیا اور پھر بی اے میں داخلہ لے لیا۔ چونکہ مجھے سکالر شپ مل گیا تھا، اس لیے بی اے میں بھی آسانی سے داخلہ مل گیا، اس کے بعد ایم اے میں داخلہ لیا۔ کچھ ساتھیوں نے بی ایڈ میں داخلہ لینا چاہا تو میرا بھی فارم بھر دیا حالانکہ میرا بی ایڈ کا ارادہ نہیں تھا۔ جامعہ ملیہ میں بی ایڈ کی تعلیم بہت اچھی دی جاتی ہے، آج بھی وہاں کا ٹیچر ٹریننگ کالج بہت مشہور ہے۔ جب اس میں داخلہ ٹیسٹ ہوا تو میں نے ٹاپ کیا اور مجھے اس میں بھی سکالر شپ ملا۔ اس کے بعد ۱۹۶۸ء میں ایم اے تاریخ کے لیے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۶۹ء میں ایم فل اور ۱۹۷۰ء میں مجھے ملازمت مل گئی۔ ۱۹۷۵ء میں میری پی ایچ ڈی مکمل ہوئی۔ اس طرح میں نے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی علی گڑھ سے کیے۔ شعبۂ تاریخ میں میرا تقرر ہوا تھا۔ ۱۴ سال سروس کے بعد ۱۹۸۳ء میں مجھے شعبہ علوم اسلامیہ میں ریڈر ایسوسی ایٹ پروفیسر بنا دیا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں پروفیسر ہو گیا اور اس طرح میری ساری زندگی گزر گئی۔

طاہر: آپ کا تصنیفی ذوق کب سے شروع ہوا؟

ڈاکٹر صاحب: یہ تو شروع ہی سے تھا، پڑھنے لکھنے اور مصنف بننے کا بچپن ہی سے شوق تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ مجھے مصنف ہی بننا ہے۔ ندوہ میں جب میں درجہ سوم کا طالب علم تھا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ پڑھا تھا، اس واقعہ کو میں نے افسانہ کی شکل دی تھی اور وہ افسانہ 'شکست' کے نام سے آرام باغ کراچی سے نکلنے والے ایک رسالے 'تذکرہ' میں شائع ہوا۔ پہلے پہل میں مجلات میں عربی مضامین کو اُردو قالب میں ڈھال کر چھپواتا رہا، ان دنوں بنارس سے ایک رسالہ 'سیرت' کے نام سے نکلتا تھا، اس میں میرے مضامین چھپتے رہے، وہیں سے میرے ذوق کو جلا ملی۔

ندوہ میں اس بات کا اہتمام ہے کہ ہر ہفتہ عربی میں مضمون لکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلاس میں بھی اس طرح کی اسائنمنٹ بنا کر دینا پڑتی تھیں اور اس کی پریزنٹیشن بھی۔ اُردو میں تقریر کرنا بھی لازمی تھا۔ اس میں یوں ہوتا تھا کہ اگر کوئی تقریر نہیں کر سکتا تو اس کے لیے ضروری تھا کہ سٹیج پر آ کر معذرت کرے اور وجہ بتائے کہ کیوں تقریر نہیں کر سکتا۔ وہاں کے اساتذہ بہت مشفق تھے، بولنے کا شوق دلاتے اور پورا تعاون فرماتے۔ بی اے میں بھی میں نے بہت سے مضامین لکھے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی لکھ لکھ کر دیے لیکن وہ مضامین چھپوائے نہیں۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ اس چکر میں پڑ گئے تو تعلیم کا

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسئلہ رہ جائے گا۔ ایم اے کرنے کے فوراً بعد انگریزی میں مضمون لکھنا شروع کر دیا، بادشاہوں اور حکمرانوں کے متعلق مضامین لکھے، پھر ریسرچ کرتے گئے اور بہت سے مضامین لکھے۔

۱۹۷۸ء میں، میں نے پہلا اُردو مضمون رسالہ 'برہان' میں لکھا۔ یہ رسالہ 'ندوۃ المصنفین، دلی' سے نکلتا تھا۔ مولانا اکبر الٰہ آبادی سے بھی ملاقات تھی، وہ مجھ سے مضامین لکھواتے تھے اور کئی مضامین میں نے اُنہیں چھاپنے کے لیے دیے۔

طاہر: آپ کی سب سے پہلی کتاب کب اور کونسی تھی؟

ڈاکٹر صاحب: میری سب سے پہلی کتاب انگریزی میں تھی۔ سیرت کی طرف اس طرح آیا کہ بابا جان نے کہا کہ بھائی ہم نے تمھیں اس لیے لکھنا پڑھنا تو نہیں سکھایا کہ تم بادشاہوں کے قصیدے لکھنا شروع کر دو کیونکہ میں اکثر امیر خسرو اور بادشاہوں پر مضامین لکھتا تھا۔ بابا کہتے تھے: میں نے تو تمہیں اس لیے پڑھایا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ پر لکھو۔ نبی کریم ﷺ سے ان کی بے پناہ عقیدت تھی، نام لیتے ہی رونے لگتے تھے۔ اس طرح میں دھیرے دھیرے سیرت کی طرف آیا اور اتفاق سے مجھے بی اے سے ایم فل میں جو کورس دیے گئے ان میں انڈیا اور قرونِ وسطی کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ بھی دے دی گئی۔ اس میں یہی ہوتا تھا کہ سٹوڈنٹس کو بتانا کہ فلاں کتاب پڑھنا، فلاں نہ پڑھنا، اس پر وہ شور کرتے کہ سر آپ ہر کتاب سے منع کر دیتے ہیں تو ہم کیا پڑھیں؟ تو پھر آپ خود کیوں نہیں ایسی کتاب لکھ دیتے جو ان سب اعتراضات سے مبرا ہو۔ میں نے کہا: ہاں! لکھیں گے، فی الحال آپ میرے نوٹس جو میں بورڈ پر دیتا ہوں، وہ نقل کر لو۔ اس طرح تدریس سے مجھے بہت فائدہ ہوا اور اسی سے لکھنے کا موقع بھی مل گیا۔

ایک دفعہ ایک سیمینار تھا، اس میں مجھے بھی لکھنے کو کہا گیا اور حضرت عثمانؓ کے والیان وعمّال پر مضمون دے دیا گیا۔ جب میں نے اُنہیں جمع کیا تو پتہ چلا کہ ان میں سے اکثر تو حضرت عمرؓ کے زمانے کے تھے۔ پھر اور غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ اور نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے تھے تو سوچا کہ کیوں نہ اصل سے ہی شروع کیا جائے، تب رسول اللہ ﷺ کے دور سے شروع کیا۔ اسد الغابہ کو سامنے رکھا اور اس میں سے صحابہ کے بارے میں کہ کون تھے؟ کہاں پر متعین ہوئے؟ کس کام پر متعین ہوئے؟ کس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے؟ ایک فہرست بنالی اور ضمیمے تیار کر لیے، ضمیموں کے بعد

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس کا متن لکھا تو یہ ایک ہزار صفحے تک پہنچ گیا۔ اُستاد نے کہا کہ بھائی یہ تو بہت طویل ہو گیا ہے، اسے مختصر کرو۔ لہٰذا اسے کم کر کے ۶۰۰ صفحات تک لایا گیا۔ یہ انگلش میں تھا اور یہ کتاب Organization of Government Under The Holy Prophet (Saw) کے نام سے چھپنے چلی گئی اسی زمانے میں لاہور کے 'نقوش کا رسول نمبر ﷺ نکلنے والا تھا۔ ان سے تعلق ہوا تو اُنہیں یعقوبی کی سیرت نگاری پر ایک مضمون بھیج دیا، وہ انہیں بہت پسند آیا۔ پھر میں نے طفیل صاحب جو کہ اس کے ایڈیٹر تھے، اُنہیں خط لکھا کہ آپ کو سیرت کے بارے میں کیسے مضمون درکار ہیں میری تو پوری کتاب چھپنے جا رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی جو میں پڑھاتا رہا ہوں، سیرت کے بارے میں بہت سا لکھا موجود ہے تو اُنہوں نے کہا: جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے، ہم سب چھاپنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنی کتاب کا پہلا باب بھیج دیا۔ بہت خوش ہوئے، بہت تعریفیں کیں اور کہنے لگے: ہم اسی موضوع پر ایک اور کتاب چھاپ رہے ہیں۔ تو میں نے وہ سب ابواب اُردو میں کر کے اُنہیں بھیج دیے۔ وہ کتاب 'عہد نبوی میں تنظیم وریاست' کے نام سے چھپی۔

طاہر: آپ کی کتابیں کتنے موضوعات پر ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: سیرت پر ۱۵ ہیں، قرآنِ مجید پر بھی ہیں۔ قرآن نمبر میں بھی آٹھ دس مضمون ہیں۔ انگریزی میں چار پانچ کتابیں، عربی میں ایک کتاب کا ترجمہ ہوا ہے اس کے علاوہ میرے کئی مضامین کا ترجمہ بھی عربی میں ہو چکا ہے۔

انڈیا میں مسلمانوں کے حالات

طاہر: انڈیا میں ہندو مسلم حالات پر کچھ روشنی ڈالیے۔

ڈاکٹر صاحب: انڈیا میں عام طور پر مسلم اور ہندوؤں میں تعلقات بہت اچھے ہوتے ہیں۔ لین دین، آنا جانا، شادی بیاہوں میں شرکت سب کچھ ہوتا ہے، لیکن جب فساد ہوتا ہے تو پھر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں ہندو اکثریت میں اور مسلمان اقلیت میں ہوتے ہیں، وہاں مسلمانوں پر ظلم وستم ہوتا ہے اور یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

طاہر: پاکستان کے وجود میں آنے کو آپ کس زاویے سے دیکھتے ہیں؟

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ڈاکٹر صاحب: آپ کے علاقے کے مسلمان تو بہت فائدے میں رہے اور ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کا خاصا نقصان ہوا۔ یہی وجوہات تھیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد آخر وقت تک پاکستان بننے کے حق میں نہ تھے۔ ان کا موقف تھا کہ اگر مسلمان متحد ہوتے اور تقسیم نہ ہوتے تو ان کو وہ حقوق بھی حاصل رہتے جو بٹوارے کے بعد نہ مل سکتے تھے۔ عبدالغفار خان جنہیں سرحدی گاندھی کہا جاتا تھا، وہ بھی اس کے حق میں نہ تھے۔ اس کے علاوہ کانگریس کے بڑے بڑے ذمہ دار لوگ یہی چاہتے تھے کہ ہندوستان اس طرح تقسیم نہ ہو۔ پاکستان کی تقسیم کے بعد ان دونوں میں پھر اتنی دشمنی پیدا کر دی گئی ہے کہ اب دونوں ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے۔

طاہر: انڈیا میں مسلمان طبقہ خاص طور پر مذہبی طبقہ، کس سیاسی پارٹی کی طرف مائل ہے؟

ڈاکٹر صاحب: مسلمانوں نے اکثر طور پر کانگریس پر بھروسہ کیا اور کانگریس نے ہمیشہ دھوکہ دیا۔ اب مسلمان علاقائی پارٹیوں کے ساتھ ہیں۔ یوپی میں جیسے سماج وادی پارٹی اور بھاؤجن سماج پارٹی کے ساتھ مسلمان ہیں۔

طاہر: ملازمتوں کے لحاظ سے انڈین سرکار کا مسلمانوں کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟

ڈاکٹر صاحب: ان کا رویہ برا نہیں ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم مقابلے کے امتحانوں میں حصہ ہی نہیں لیتے۔ امتحان میں اُن کے ۲۵ ہزار آدمی شریک ہوں تو ہمارے دو ہزار آدمی شریک ہوں گے، ظاہر بات ہے پھر آگے کتنے لوگ آئیں گے؟ انڈین مسلمانوں میں مقابلہ اور مسابقہ کی سپرٹ نہیں پائی جاتی۔ تعلیم اور تدریس بہت کم ہے۔ مسلمان کسی صورت پڑھنا نہیں چاہتے۔ یونیورسٹیوں میں نہیں جاتے، ٹیکنیکل کالجز میں داخلہ نہیں لیتے بس چھوٹی موٹی، معمولی نوکریوں پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا نقصان ہو رہا ہے کہ علم کی طرف اُن کا بالکل رجحان نہیں ہے۔ اور یہ بات طے ہے کہ بنا علم کے آپ کسی بھی میدان میں ترقی نہیں کر سکتے، لیکن اب تھوڑے عرصہ سے نوجوانوں میں کچھ تبدیلی آ رہی ہے۔ وہ مقابلے کے امتحانوں میں آگے آ رہے ہیں اور اچھے عہدوں تک پہنچتے ہیں۔ ان کی یہ رفتار بھی تسلی بخش نہیں ہے اور سابقہ شرح میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ جب مقابلے میں جائیں گے ہی نہیں تو نتیجہ یہی نکلے گا۔

ایک زمانے میں ایک کرنل تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم علی گڑھ سے پولیس میں بھرتی کریں گے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کیونکہ پولیس میں مسلمانوں کی کم تعداد کا شور مچتا رہتا تھا۔ وہ وہاں گئے تو بڑی کوشش کی اور بڑی مشکل سے دس بیس لڑکے تیار ہوئے۔ جب ٹریننگ شروع ہوئی تو وہ سب لڑکے بھی بھاگ گئے۔ انڈین مسلمان بہت آرام طلب ہو گیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

طاہر: محمد علی جناح دو قومی نظریہ کے تناظر میں یہ موقف رکھتے تھے کہ اگر الگ خطہ نہ لیا گیا تو مسلمان اپنا تشخص کھو بیٹھیں گے۔ پاکستان کی طرف ہجرت کے بعد انڈیا میں رہ جانے والی مسلم آبادی کے لیے کیا اب یہ خدشات اور زیادہ نہیں ہو جاتے؟

ڈاکٹر صاحب: اسلام کا تعلق کسی خطے سے نہیں ہے، مسلمان تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ ان کا تشخص کہیں بھی خطرے میں نہیں ہے۔ نہ ان کی شناخت خطرے میں ہے، نہ ان کا اسلام خطرے میں ہے جیسے آپ کے ہاں پکے مسلمان ہیں، اس سے زیادہ ہمارے ہاں پکے مسلمان ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے منصوبے، ہمارے ادارے، ہماری جامعات، ہمارے دار العلوم آپ سے کہیں زیادہ طاقتور اور مضبوط ہیں۔ باقی رہا رسم و رواج میں تداخل وہ تو آپ کے ہاں بھی ہوتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ یہاں دیکھا کہ کسی شادی میں گروپ کی صورت میں لڑکیاں آ رہی ہیں اور تھالی میں موم بتیاں روشن کیے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بہن سے پوچھا: کیا تمہارے علاقے میں ہندو رہتے ہیں؟ کہنے لگی: نہیں ہندو تو نہیں رہتے۔ میں نے کہا تو یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہنے لگی یہ مسلمان لڑکیاں ہیں اور منگنی ہو رہی ہے، حالانکہ انڈیا کے مسلمانوں میں اس کا تصور بھی نہیں جبکہ آپ کے ہاں شادی بیاہ کے سب رواج ہندوؤں کے ہیں۔

طاہر: ہندوؤں اور مسلمانوں کی آپس میں شادیوں کے بارے میں بتائیے۔

ڈاکٹر صاحب: ہاں ہندو لڑکیاں اکثر مسلمان لڑکوں سے شادی کر لیتی ہیں اور بہت کم مسلمان لڑکیاں ہندوؤں سے شادی کرتی ہیں۔

طاہر: مشترکہ ہدف سے ہمیشہ اتحاد کی راہیں بنتی ہیں۔ تو کیا انڈیا کے مسلمان بت پرستی کے مقابل متحد نظر آتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: بت پرستی کا اتحاد سے کوئی تعلق نہیں، لیکن ایک بات اپنی جگہ پر ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایسے طبقات، مسالک اور ایسے رجحانات ہیں جن کے نتیجے میں بت پرستی موجود ہے۔ مزارات پر جانا، شرک کے کام کرنا ہمارے یہاں یہ سب کام ہوتے ہیں۔ آپ کے پاکستان سے بہت سے لوگ

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اجمیر شریف اور اس جیسی دوسری جگہوں پر جاتے ہیں۔ میں نے خود پاکستانیوں سے سنا ہے کہ تین یا پانچ مرتبہ پہنچ جائیں تو ہمارا حج ہو جاتا ہے۔

مختلف علمی پہلوؤں پر ڈاکٹر صاحب کی رائے

طاہر: آپ اپنی زندگی میں کن علمی شخصیات سے متاثر ہوئے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: بہت سی علمی شخصیات سے متاثر ہوا جن میں مولانا مودودی، مولانا عبد الماجد دریا آبادی، اپنے استاد مولانا غلام محمد، مولانا تھانوی، مولانا داؤد غزنوی، عبد الجبار، ندوہ کے اساتذہ سے اس کے علاوہ ایک بہت بڑی فہرست ہے جن سے میں بہت متاثر ہوا۔

طاہر: آپ کی شخصیت پر کس اُستاذ کا زیادہ اثر ہے؟

ڈاکٹر صاحب: یہ تو کہنا مشکل ہے بہت سے اساتذہ کا اثر ہے۔ سیرت کے حوالے سے دیکھیں تو شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کا اثر ہے۔ کیونکہ علامہ شبلی اور علامہ ندوی کی کتابوں نے مجھے اس طرف رغبت دلائی اور قرآن مجید میں شاہ ولی اللہ کا اثر ہے۔

طاہر: اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کا کیا جواب ہو گا؟

ڈاکٹر صاحب: میں کسی مسلک میں کبھی بھی نہیں رہا۔ ندوہ میں یہ سب سے بڑی خوبی رہی کہ ہمارے اساتذہ حنفی بھی تھے، شافعی اور اہل حدیث بھی۔ ہمارے وہاں قاری منیر صاحب تھے جو ہمیں قراءت سکھاتے تھے۔ مسجد کے امام بھی تھے جب خود نماز پڑھتے تو رفع الیدین کرتے اور جب جماعت کرواتے تو حنفیوں کی طرح نماز پڑھاتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ قاری صاحب ایک بات پوچھوں؟ تو کہنے لگے: ہاں پوچھو پوچھو۔ تم بھی پوچھو، لوگ پوچھتے آئے ہیں تم بھی پوچھ لو۔ میں نے کہا کہ قاری صاحب پھر آپ یہ مسئلہ بتا دیجئے۔ تو کہنے لگے: یہاں اکثریت حنفیوں کی ہے اور اُنہوں نے مجھے امام بنا دیا تو میں ان کی رعایت کر کے ان کو رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھا دیتا ہوں اور اکیلے نماز اس طریقے پر پڑھ لیتا ہوں جو مجھے بہتر نظر آتا ہے۔ میں نے کہا قاری صاحب! اس میں آپ کو کوئی اختلاف نظر نہیں آتا تو کہنے لگے: بھئی میری نظر میں یہ دونوں ہی سنتیں ہیں، یہ بھی سنت اور وہ بھی سنت۔

اسی طرح ہمارے ایک فقہ کے اُستاد نابینا تھے۔ وہ بڑے پکے حنفی تھے۔ وہ نماز پڑھنے اپنے محلے کی

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسجد میں جایا کرتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا: مولانا! آپ نہ جایا کریں، یہیں نماز ادا کر لیا کریں تو فرمانے لگے: ہمارے محلے میں اہل حدیث امام ہے تو وہاں ان کے پیچھے نماز ادا کر کے میری ایک سنت پوری ہو جاتی ہے۔ ہم نے تو اس طرح کے ماحول میں تربیت پائی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے وہاں بھٹکل کے طلبا تھے، وہ سب شافعی تھے۔ لیکن اُنہیں فقہ حنفی پڑھائی جاتی تھی۔ وہ سب کے سب ایک دفعہ درخواست لے کر ادارے کے ذمہ دار کے پاس پہنچے کہ ہم یہاں سے فقہ حنفی پڑھ کر جاتے ہیں اور وہاں لوگ فقہ شافعی کے مسائل پوچھتے ہیں تو ہمیں وہ مسائل نہیں آتے، لہٰذا ہمیں فقہ شافعی پڑھائی جائے تو فوراً اُن کے لیے فقہ شافعی کا درجہ کھول دیا گیا اور ان کے لیے بھٹکل سے فقہ شافعی کے استاد عبد العزیز بھٹکلی کو تدریس کے لیے مقرر کیا گیا۔ اس وقت سے وہاں یہ سلسلہ مستقل جاری ہے کہ حنفی شافعی طلبا اپنے اپنے درجہ میں اساتذہ سے پڑھتے ہیں۔

طاہر: شبلی نعمانی کی سیرت میں مذکور درایتی اُصولوں پر آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر صاحب: اصل میں اُن کے بیان کردہ سیرت نگاری کے اُصول تو کم ہیں، البتہ حدیث کے درایتی اُصول زیادہ ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ دو چیزوں میں فرق نہیں کر پائے ہیں جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ سیرت نگاری میں ان کا مقدمہ بہت زبردست ہے اور اس میں اضافے کی گنجائش ہے، علم کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے، یہ ایک جگہ رکا نہیں رہتا، آگے بڑھتا رہتا ہے۔

طاہر: عربی اور اُردو کے سیرت نگاروں میں سب سے متاثر کن کام کس کا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: عربی اور اُردو میں شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کے پائے کا کام ابھی تک نہیں ہو سکا۔ یاد رہے! شبلی کی سیرت کی کتابوں میں پہلی دو جلدوں کو سیرت شمار کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں سید سلیمان ندوی پر ایک سیمینار ہوا تو میں نے اس میں مقالہ پڑھا اور یہ بیان کیا کہ سیرت نگاری پہ شبلی کی دو ہی جلدیں ہیں یا تیسری کو ہم کسی حد تک معجزات کے باب میں شامل کر سکتے ہیں۔ باقی سب سیرت نہیں بلکہ اسلام اور دوسری چیزیں ہیں۔ تو وہاں ہنگامہ برپا ہو گیا اور حاضر مجلس احباب مجھ پر برس پڑے اور میری تردید پر اُتر آئے لیکن کچھ لوگوں نے میرے موقف کی تائید بھی کی۔ اور میرے اس موقف کی شہادت موجود ہے کہ مولانا شبلی نے جب سیرت کا خاکہ بنایا تو اس میں سیرت، قرآن، اخلاقیات اور اسلام سے متعلقہ ابحاث بھی تھیں کسی نے کہا کہ مولانا! یہ تو اسلام سے متعلق ہے، سیرت سے متعلق تو

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں؟ کہنے لگے: ہاں! بالکل ایسا ہی ہے، یہ سیرت کے ابواب نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے نبی سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتا ہے، چلو اس بہانے وہ اسلام بھی پڑھ لے گا اور اسے اسلام کی بھی سمجھ آجائے گی۔ اصل میں شبلی کی پہلی دو جلدیں اپنی لکھی ہوئی ہیں، البتہ خُطہ (نقشہ) ان کا ہی تھا، لیکن اس خطہ کو بہت تبدیل کر دیا گیا تھا۔ سید سلیمان ندوی نے اس میں خاصی تبدیلیاں کی ہیں، مثلاً شبلی نے سیرۃ النبی کے اس خاکے میں ایک جلد قرآن اور ایک مستشرقین پر بنائی تھی، ان دونوں کو ختم کر دیا گیا۔ حالانکہ سید سلیمان قرآن پر بہت اچھا لکھ سکتے تھے کیونکہ علوم قرآن اور ادب پر اُنہیں دسترس حاصل تھی اور شبلی سے اُنہوں نے قرآن پڑھا تھا۔ علامہ شبلی کا قرآنی علم بڑا وسیع تھا۔ علی گڑھ میں علامہ شبلی لوگوں کو قرآنِ مجید کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر جیسے بڑے بڑے لوگ مولانا شبلی کے قرآنی علم سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ شبلی قرآن کے متن اور تفسیر پر بڑا زور دیتے تھے۔

طاہر: آپ کے نزدیک سیرت نگاری سے دنیا میں، بالخصوص اُمت مسلمہ میں کس حد تک بیداری پیدا کی جاسکتی ہے؟

ڈاکٹر صاحب: ایک انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے اور برپا کیا جارہا ہے۔ ایک مصنف کے بقول: "اللہ کو اگر ہم نے پہچانا ہے تو یہ بھی نبیؐ کی وجہ سے ہے۔" تو اسی ذات سے ہمارا تعلق ہے۔ پھر آپ ﷺ رول ماڈل بھی ہیں کہ ایک انسان کو دنیا میں کیسے زندگی گزارنی چاہیے۔

طاہر: توہین رسالت کے حوالے سے عالم کفر کا رویہ آپ کے سامنے ہے، مسلم ممالک اور علماے کرام کی اس حوالے سے کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: اگرچہ شاتم رسول کی سزا میں، میں کوئی دورائے نہیں سمجھتا، لیکن شتم رسول کے مرتکب کو سزا دینا حکومتوں اور ذمہ دار قوتوں کا کام ہے۔ انفرادی طور پر اگر یہ کام شروع کر دیا جائے تو کوئی شخص کسی کو بھی یہ الزام دے کر قتل کر سکتا ہے جس سے درست نتائج نہیں نکلیں گے۔ اہل علم کو علمی اور تحقیقی طور پر بھی ایسی کوششوں کا جواب دینا اور اشتعال سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے اب تک توہین رسالت کی مذموم کوششوں کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اس کا جواب کبھی شدت سے نہیں دینا چاہیے بلکہ دلائل کے ساتھ بات کر کے بیداری پیدا کرنی چاہیے۔

طاہر: خلافت وملوکیت بارے آپ کا کیا موقف ہے؟

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ڈاکٹر صاحب: وہ خلافت و ملوکیت کا تصور جو ہمارے ہاں مولانا مودودی کی وساطت سے مسلمانوں کے درمیان آیا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ملوکیت آگئی تھی تو میں اس سے متفق نہیں ہوں اور اُموی خلافت بھی اسی طرح اُصولاً خلافت ہی تھی جس طرح خلافتِ راشدہ تھی۔ شاہ ولی اللہ کے موقف کے مطابق پہلی خلافتِ نبوت تھی اور بعد کی خلافت بھی خلافت ہی ہے۔

میں نے مولانا مودودی کی زندگی میں یہ کہا تھا اور بڑی زوردار بحث کی تھی اور اس پر میں نے مضمون بھی لکھا تھا کہ جس طرح اُنہوں نے حضرت عثمانؓ پر الزامات لگائے ہیں کہ وہ اقربا پرور تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ ان پر اقربا پروری کا الزام لگا رہے ہیں تو وہ خلیفہ راشد کیسے رہے؟ سید مودودی صاحب نے اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے اپنے مطلب کی گری پڑی روایات کو بھی لے لیا جبکہ اپنے موقف کے خلاف صحیح تاریخی روایات کو بھی نظر انداز کر گئے۔

باقی رہی جمہوریت تو اس کا موجودہ ڈھانچہ جو انڈیا اور پاکستان میں پایا جاتا ہے، اس سے میں متفق نہیں ہوں، حالانکہ برٹش جمہوریت ہماری جمہوریت سے لاکھ بہتر ہے۔ جمہوریت کی خامیوں میں ایک بنیادی خامی یہ ہے اس میں عالم اور جاہل رائے کے اعتبار سے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ اُصول ہے کہ ہر کام کے لیے لیاقت و اہلیت درکار ہوتی ہے لیکن اس نظام میں ہر آدمی کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انگوٹھا چھاپ وڈیرے بھی ملک کی باگ ڈور سنبھال سکتے ہیں۔

طاہر: اقامتِ دین کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ رہا ہے۔ اس میں دو نظریے پائے جاتے ہیں، افراد سازی کے ذریعے اور اقتدار کے ذریعے... آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: اقتدار کے ذریعے اقامتِ دین کبھی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کا مکی دور یہ ثابت کرتا ہے کہ جب تک افراد سازی اور تہذیبِ نفس نہیں ہو گا، نہ آپ فرد کی اصلاح کر سکتے ہیں نہ معاشرے کی اور نہ ہی اقامتِ دین ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ برس تک جان لگا کر لوگوں کی تربیت کی تھی، انہی تربیت یافتہ لوگوں نے پھر حکومت قائم کی تھی۔ پہلے افراد بنتے ہیں، طبقات بنتے ہیں، پھر معاشرہ اور پھر اُمت بنتی ہے اور جب تک اُمّت نہ بن جائے، تب تک ریاست و حکومت نہیں بنتی اور اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو پھر وہی ہوتا ہے جو آج کل پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں ہو رہا ہے۔

طاہر: عالم اسلام اس وقت خلفشار کا شکار ہے، آپ امت کے مستقبل کو کن مناظر میں دیکھتے ہیں؟

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ڈاکٹر صاحب: بربادی کی طرف جا رہے ہیں۔ من حیث الامت سارے مسلمان غلامی کا شکار ہیں۔ ان کی ساری دولت دوسروں کے قبضے میں ہے اور اُنہیں اپنی عیش و عشرت سے فرصت نہیں ہے۔ جس خطے میں اگر کوئی اچھا مسلمان آ بھی جاتا ہے، مثال کے طور پر مصر میں اخوان المسلمین کے معاملہ کو دیکھ لیجیے اور جہاں جہاں مسلمان پارٹیاں برسر اقتدار آئیں، ان سب کا مشاہدہ کر لیجیے، اُنہیں کس طریقے سے ہٹایا گیا۔ امریکہ اور اسرائیل تو بعد میں آتے ہیں، سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی اچھی دین پرور حکومتوں کی مخالفت کی ہے، ان باتوں نے اُمت کے مستقبل کو مخدوش بنا دیا ہے۔

طاہر: مسلمانوں میں مغربی تہذیب کا نفوذ ہو چکا ہے، اس سے بچنا کس طرح ممکن ہے؟

ڈاکٹر صاحب: اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کی کچھ اچھی چیزیں ہیں: ایمانداری، خدمت خلق، عوام کی بہتری کے اُصول اور ایک دوسرے کی مدد کے ذرائع وغیرہ۔ یہ سب قابل قبول ہیں اُنہیں لے لینا چاہیے۔ یہ ہماری ہی گم گشتہ متاع ہے جو ان کے پاس چلی گئی ہے۔ میرے ایک استاد کہا کرتے تھے: "جتنی ہماری اچھی چیزیں تھیں، وہ عیسائیوں اور یہودیوں نے لے لیں اور ان کی بری چیزیں ہم نے اپنا لیں۔" ہم ان کی اچھی چیزیں نہیں لیتے جیسے وقت کی پابندی، محنت اور سچ بولنا۔ یہ سب ان کے اچھے اوصاف ہیں اور ہم ان سے کوسوں دور ہیں۔

طاہر: مولانا وحید الدین خان صاحب اور جاوید احمد غامدی صاحبان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

ڈاکٹر صاحب: جہاں تک مولانا وحید الدین خان کا تعلق ہے اس بارے میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ بی جے پی کا ایجنٹ ہے اور مسلمانوں کی بربادی کے لیے کام کر رہا ہے۔ اور جاوید احمد غامدی کے اصول و نظریات علمائے اُمت سے بالکل جداگانہ ہیں اور اُنھیں کسی طور درست نہیں کہا جا سکتا۔

طاہر: اہل پاکستان خصوصاً مذہبی طبقات کے لیے کوئی پیغام دیں۔

ڈاکٹر صاحب: مذہبی طبقے کے لیے سب سے بڑا پیغام یہی ہے کہ وہ اپنے اندر اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کریں اور علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مسلمان سمجھ کر مؤاخات اور اتفاق کا معاملہ کریں۔ صورت حال یہ ہے کہ مسلکی اختلافات کو اس طرح سامنے لایا جاتا ہے کہ ہمارے لیے غیر مذہب تو قابل قبول ہوتا ہے جبکہ غیر مسلک قابل قبول نہیں رہتا۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

محمد نعمان فاروقی

فتنہ مفہوم، وسعت اور طرزِ عمل

'فتنہ' کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اپنے اثرات اور مفہوم کے اعتبار سے بہت گہرا ہے۔ فتنہ گھر بار اور اہل وعیال میں بھی ہو سکتا ہے، ملک اور روئے زمین پر بھی۔ اس لیے اس کے مفہوم کو جاننا، اس کی وسعت کو سمجھنا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنا اور فتنہ آجانے کی صورت میں محتاط طرزِ عمل اپنانا انتہائی ضروری ہے۔

'فتنہ' لغت کے آئینے میں

لغوی طور پر فتنہ کے معنی ہیں: امتحان اور آزمائش۔ اس بھٹی کو بھی فتنہ کہتے ہیں جس میں سونے چاندی کے میل کچیل کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ گویا کہ آزمائش کے لمحات سے گزر کر ایک مسلمان کندن بن جاتا اور دوسرا شخص میل کچیل کی طرح علیحدہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مصیبت، مشکل، سزا، سختی، گناہ، فسق وفجور اور کفر بھی فتنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔

فتنے کا مفہوم ... قرآن وسنت میں

قرآن مجید میں فتنے کا مفہوم کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کہیں آزمائش، کہیں سزا کے معنی میں، اور کہیں کفر، کہیں فساد کے معنی میں۔ گویا کہ لفظ فتنہ کا استعمال اور اس کے معانی کو پہچاننا بھی بہت بڑا امتحان ہے۔

حدیث میں بیان کردہ فتنے کا مفہوم زیادہ تر باہمی فساد، خانہ جنگی اور باہمی کشمکش کی ایسی صورتِ حال پر بولا گیا ہے جب کچھ واضح نہ ہو پائے اور اخلاقیات کی سطح اس قدر گر جائے کہ معاملات سدھرنے کی بجائے اُلجھتے چلے جائیں۔ اردو دان طبقے کے ہاں فتنے کا بھی تقریباً یہی مفہوم ہے اور زیرِ نظر تحریر میں اسی کے متعلق بات کی جائے گی۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فتنے کے متعلق چند قابل غور پہلو ... مذکورہ تعریف کی روشنی میں

① فتنہ، مسلمانوں کے باہمی خلفشار کا مفہوم دیتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ محاذ آرائی فتنے کے مفہوم میں داخل نہیں۔ اسی لیے بعض احادیث میں تو واضح الفاظ ہیں: «إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ...»[1] "جب فتنہ مسلمانوں کے درمیان ہو..."

② فتنہ، ذاتی یا نجی صورتِ حال میں بھی پیش آسکتا ہے لیکن وہ محض لفظی استعمال کی سطح تک ہے مگر جسے فتنہ کہہ سکتے ہیں جس کے متعلق بہت سے احکام بیان ہوئے ہیں، وہ ایسا فتنہ ہے جو بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسے آپ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ کی بیان کردہ حدیثِ صحیحین سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: فتنے کی بابت تم میں سے حدیثِ نبوی کسی کو یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے یاد ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آدمی کو پیش آنے والا فتنہ اس کے گھر میں بھی ہو سکتا ہے، اس کی اولاد میں بھی اور اس کے ہمسائے کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایسے کام فتنے کی اس شکل کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میری مراد یہ نہیں۔ میں تو اس فتنے کی بات کر رہا ہوں جو سمندر کی موجوں کی طرح اُٹھے گا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! آپ کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے: وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اسے توڑ دیا گیا تو وہ تو پھر بند نہیں ہو گا۔"[2]

دروازہ ٹوٹنے سے مراد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی اور اُنہیں اس کا بخوبی اندازہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو فتنہ کھڑا ہوا، اس کا دائرہ چند ایک لوگوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس سے خلافتِ اسلامیہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور آج تک اُمت اس فتنے کا شکار ہے اور نہ جانے کب تک رہے گی۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ فتنہ بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کے اثرات ایک عرصے تک باقی رہتے ہیں۔

---

۱ سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۰

۲ صحیح بخاری، حدیث: ۱۴۳۵؛ صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

③ فتنہ، کینسر کی طرح آہستہ آہستہ اُمّتِ مسلمہ کے جسد میں سرایت کرتا ہے۔ یہ ایک دم سے نہیں اٹھ جاتا۔ دورِ حاضر میں رونما ہونے والے فتنوں کو دیکھ لیں یا قدیم دور میں کھڑے کیے گئے فتنوں کا جائزہ لے لیں، وہ تدریجاً تباہی کی طرف بڑھتے رہے اور انجام کار بہت سے لوگوں کو لپیٹ میں لے آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اُٹھنے والا فتنہ بھی تدریجاً بڑھا اور پھیلتا چلا گیا۔ اسے پھیلنے میں تقریباً دس سال کا عرصہ لگا۔ کیونکہ اس دور میں میڈیا اتنا تیز نہیں تھا۔ مگر آج فتنے کی آگ میڈیا کے دوش پر جلد پھیل جاتی ہے۔

④ فتنہ، کسی نہ کسی موقف، نظریے یا نقطۂ نظر ہی سے اُٹھتا ہے۔ مثلاً فلاں فلاں کافر ہے، فلاں فلاں واجب القتل ہے، فلاں زیادہ حق دار یا فلاں غاصب تھا۔ فرمانِ باری ہے:

﴿ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ ﴾[1]

"تو رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنہ پردازی کے لیے ان (آیات) کے پیچھے لگتے ہیں جو متشابہ ہیں۔"

⑤ فتنہ، زیادہ تر اغیار کی طرف سے بھڑکایا جاتا ہے۔ اسلام دشمن اور دین دشمن طاقتیں ہی اس کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ جیسا کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اُٹھنے والے فتنے کی پشت پناہی ابن سبا نے کی۔ قرآنِ مجید میں منافقین کی ریشہ دوانیوں میں اس بات کا ذکر بھی کیا گیا ہے:

﴿ وَّلَاۤ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ یَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ﴾[2]

یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنے کی آگ اغیار کی طرف سے بھڑکائی جاتی ہے۔ منافق بھی دراصل مسلم معاشرے میں کفار کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔

⑥ فتنہ جب اُٹھ رہا ہوتا ہے تو کم علم، ناسمجھ، عاقبت نااندیش اور نام کے مسلمان اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ عموماً جذباتی لوگ ہی اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ اغیار ایسے ہی لوگوں کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی مسلمان خود بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کا مسئلہ ہے جسے مسئلہ تکفیر کہتے ہیں۔ کتنے ہی مسلمان تکفیری بن چکے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھنے لگے ہیں۔

---

۱ سورۃ آل عمران: ۷

۲ سورۃ التوبۃ: ۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑦ فتنے کی صورت میں جنگ ہونا ضروری نہیں۔ یہ ایک اعصابی نوعیت کی کشمکش بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں بہت محتاط چلنا پڑتا ہے اور آلۂ کار بننے سے مکمل اجتناب کرنا ہوتا ہے۔

⑧ فتنہ، اخلاقیات سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ 'فتنے' کے متعلق بات کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَ خَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا وَ كَانُوْا هٰكَذَا ... وَ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ...»[1]

"جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے ہاں عہد کی پاس داری نہیں رہی اور امانت کی اہمیت ان کے ہاں نہیں ہے اور وہ ایک دوسرے سے اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (یعنی الجھی ہوئی صورتِ حال کی طرف اشارہ کیا تو یہ بھی فتنے ہی کی صورت ہے)"

عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اس وقت میں کیا کروں؟ اس موقع پر آپ علیہ السلام نے جو حل بتایا، وہ اگلے ذیلی عنوان میں آ رہا ہے، کیونکہ وہ فتنوں میں طرزِ عمل کے متعلق ہے۔

آپ ﷺ نے فتنوں کے تذکرے کے دوران اخلاقیات کے عمومی بگاڑ کا ذکر فرما کر واضح کر دیا کہ یہ بھی فتنے ہی کی ایک صورت ہے۔ جیسے بے حیائی کا عام ہو جانا، دھوکا دہی اور فراڈ کا عام ہو جانا۔ یہ بھی فتنے ہی کی صورتیں ہیں اور مسلمانوں میں اخلاقی گراوٹ اور اس کے اثرات کیا کسی فتنے سے کم ہیں؟

فتنوں میں مسلمان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

احادیثِ مبارکہ میں فتنوں کے متعلق پیش گوئیوں کا اظہار اس بنا پر نہیں کیا گیا کہ ہم انتظار کرتے رہیں اور فتنے پورے ہوتے دیکھتے رہیں بلکہ اس لیے خبردار کیا گیا ہے تاکہ ہم محتاط رہیں اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طرزِ عمل کو اختیار کریں۔ یعنی صرف مشکل سے آگاہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس کا حل بھی بتا دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے مطالعے کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ واقعی فتنوں کا دور شروع ہو چکا ہے اور ہمیں یہ طرزِ عمل اپنا لینا چاہیے بلکہ جس علاقے کے مسلمانوں کو جس نوعیت کے فتنوں کا جس قدر سامنا ہو، وہ اس میں محتاط طرزِ عمل اختیار کریں اور چوکنے رہیں، کیونکہ فتنہ اپنے آغاز میں اس نومولود کی طرح ہوتا ہے جس کے بارے میں کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوتا ہے۔

---

1 سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۹۵۷، مسند احمد: ۳/ ۴۳۱

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فتنوں میں مسلمانوں کا طرزِ عمل

۱۔ عبادت زیادہ سے زیادہ کرے:

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ»[1]

"ہرج (فتنوں) کے دَور میں عبادت میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔"

احادیث میں 'الہرج' کے معنی کثرتِ قتل بھی بتلائے[2] گئے ہیں، مگر مذکورہ حدیث کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں:

"الہرج' سے یہاں مراد فتنہ ہے اور لوگوں کے معاملات کا اُلجھ جانا، اور فتنوں میں عبادت کی فضیلت اس لیے ہے کہ فتنوں میں لوگ عبادت سے غافل ہو کر ادھر اُدھر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت تھوڑے افراد ہی عبادت کرتے ہیں۔"[3]

عبادت کی زیادہ تر نوعیت نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات سے متعلق ہو جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ دراصل فتنہ اپنے اندر کشش بھی رکھتا ہے۔ اب دیکھیں کہ بعض لوگوں کو پتا ہے کہ میں کسی پر حملہ کر کے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو رہا ہوں مگر وہ اس کے لیے بھی تیار ہے۔ عبادت میں مصروف ہو گا تو ایسے افکار و خیالات سے نجات ملے گی جو شریعت کے منافی ہوں۔ اس لیے عبادت میں مشغول ہونے پر اتنے بڑے اَجر کی نوید سنائی گئی ہے۔

۲۔ فتنوں سے بچنے کی دعا کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ہے:

«...وَ إِذَا أَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ»[4]

"اور جب تو اپنے بندوں کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو فتنے میں مبتلا کیے بغیر مجھے اپنی طرف

---

۱ صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۴۸
۲ صحیح بخاری، حدیث: ۸۵
۳ شرح نووی علی صحیح مسلم: ۸۸/۱۸
۴ جامع ترمذی، حدیث: ۳۲۳۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بلا لینا۔"

یہ وہ دعا ہے جو نبی ﷺ نے خواب میں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ فتنوں میں حصہ لینا تو دُور کی بات ہے ہمیں تو فتنوں سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔ نبی ﷺ بھی اس امت کے فتنوں میں پڑنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے پانچ بڑی عمومی نوعیت کی خامیوں اور ان پر ملنے والی سزاؤں کا ذکر فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا:

«خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَ أَعُوْذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ»[1]

"پانچ خامیاں ہیں جب تمہاری ان کے ذریعے آزمائش ہوئی (تو تم ہلاکت سے دوچار ہو گے) اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان خامیوں (کے دور) کو پالو۔"

۳۔ حکمرانوں کی جائز امور میں اطاعت کی جائے

سیدنا حذیفہ بن یمانؓ نے نبی ﷺ سے خیر اور شر کے متعلق متعدد سوال کیے ... اسی دوران آپ ﷺ نے شر کے دور کے متعلق فرمایا:

"جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے داعی ہوں گے جو ان کی بات مان لے گا، وہ اسے جہنم میں گرا دیں گے۔"

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ایسے لوگوں کے متعلق ہمیں بتائیں۔ فرمایا:

«هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا»

"وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہم میں سے ہی ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔"

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر یہ دور میرے ہوتے ہوئے آ جائے تو آپ کی کیا ہدایت ہے (کہ میں کیا کروں؟) فرمایا: "مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے جُڑ جاؤ۔"

عرض کی: اگر مسلمانوں کی جماعت ہو اور نہ امام؟ فرمایا:

"تم تمام گروہوں سے کنارہ کش ہو جانا۔"[2]

دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«تَسْمَعُ وَ تُطِيعُ لِلْأَمِيرِ، وَ إِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَ أُخِذَ مَالُكَ»[1]

---

۱ سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۰۱۹

۲ صحیح بخاری، حدیث: ۳۶۰۶؛ صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"تم حکمران کی سمع وطاعت کرنا، اگرچہ تمہیں سزا دی جائے اور تمہارا مال لے لیا جائے۔"

اس سے مسلمانوں کی کوئی خاص جماعت مراد نہیں ہے بلکہ عمومی طور پر مسلمان مراد ہیں۔

۴۔ گروہ بندی اور حزبیت سے بچا جائے

یہاں ایک سمجھنے والی بات ہے، وہ یہ کہ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال دریافت کیا:

«فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا إِمَامٌ»

"تو اگر ان کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو (کیا حکم ہے؟)۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا: «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّهَا»

"تو تم ان سب گروہوں سے کنارہ کش ہو جانا۔"

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ تو نہیں پوچھا تھا کہ مسلمانوں کی کئی جماعتیں ہوں بلکہ ان کا سوال تو مسلمانوں کی ایک جماعت اور امام کے متعلق تھا مگر جب ایک جماعت اور امام نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ متعدد جماعتوں کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جماعتوں اور گروہوں سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا فتنوں کے دور میں جماعتوں کے بت تراشنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جب ان جماعتوں اور گروہوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے تو پھر گروہ بندی کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے۔

راقم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ عین وہ دور آ چکا ہے کہ تمام جماعتوں سے علیحدہ ہوا جائے مگر موجودہ مسلمانوں کی جماعتی کشمکش بھی کسی فتنے سے کم معلوم نہیں ہوتی۔ موجودہ مسلمان گروہی تعصّبات میں بری طرح اُلجھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ گروہی اور جماعتی تعصّبات کے خلاف کسی آواز کو بھی وہ دین دشمنی تصور کرتے ہیں۔

۵۔ اسلحے پر مکمل پابندی ہو

فتنوں کے دور میں اسلحے کے کسی بھی طرح کے استعمال پر پابندی ہونی چاہیے۔ ہم تو آج اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امن کے لیے اسلحے سے پاک ہونا ضروری ہے مگر ہمیں ۱۴۰۰ سال قبل بتا دیا گیا تھا۔ اس حوالے سے متعدد پہلو سے راہ نمائیاں موجود ہیں:

---

۱ صحیح مسلم، حدیث: (۵۲) ۱۸۴۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

① پہلے سے اسلحہ موجود ہو تو اسے ضائع اور بے کار کر دے۔ فرمان نبوی ہے:

«...فَلْيَعْمِدْ إِلَى سَيْفِهِ فَلْيَضْرِبْ بِحَدِّهِ عَلَى حَرَّةٍ ثُمَّ لِيَنْجُ مَا اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ»[1]

"...وہ اپنی تلوار کو لے کر اس کی دھار پتھر پر مار دے، پھر جس قدر (فتنے سے) نجات مل سکتی ہو اسے حاصل کرے۔"

② فتنوں کے دَور میں اسلحہ نہیں خریدنا چاہیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب البیوع میں ایک باب قائم کیا ہے: "بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا" "فتنوں کے دور میں اسلحہ خریدنا۔"

اور اس کے ضمن میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ فتنوں کے دور میں اسلحے کی خرید و فروخت کو ناپسند سمجھتے تھے۔ اس باب کی وضاحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے کی ہے:

"گویا یہاں فتنے سے مراد وہ جنگیں ہوں جو مسلمانوں کے درمیان ہی بھڑک اُٹھتی ہیں کیونکہ یہ اسلحہ خریدنے والے کے ساتھ ایک تعاون کی صورت ہو گی۔ مگر یہ اس وقت ہے جب صورتِ حال غیر واضح ہو لیکن جب اس کا بات کا یقین ہو کہ فلاں گروہ باغی ہے تو اس وقت جو گروہ حق پر ہو، اس سے اسلحے کی خرید و فروخت جائز ہو گی۔"[2]

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ جو حدیث لائے ہیں، وہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی اعلیٰ فقہی بصیرت کی روشن دلیل ہے۔ وہ حدیث یہ ہے، سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حنین کے موقع پر نکلے تو میں نے زرہ فروخت کر کے اس کے عوض ایک باغ خرید لیا....."[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان تھی اور سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے زرہ فروخت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اس بات سے روکا نہیں۔ یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے یہ زرہ کسی ایسے شخص کو فروخت نہیں کی ہو گی جو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو۔ مگر یہی بیع مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی میں ناجائز ہو جاتی ہے۔ یعنی جس اسلحہ کو

---

۱ سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۶

۲ فتح الباری، تحت الحدیث: ۲۱۰۰، ۴/ ۴۰۸

۳ صحیح بخاری، حدیث: ۲۱۰۰

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فروخت کرنے سے مسلمانوں کا نقصان ہو تو ایسی فروخت ناجائز ہے۔

③ بس علامتی اسلحہ ہو۔ فرمانِ نبوی ہے:

«إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاتَّخِذْ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ»[1]

"جب فتنہ مسلمانوں کے درمیان ہو تو پھر لکڑی کی تلوار بنالینا۔"

یہ حدیث سیّدنا اُہبان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت سنائی تھی جب وہ بصرہ میں اُن کے ہاں تعاون کے سلسلے میں گئے تھے۔

۶۔ کسی صورت میں قاتل نہ بنے

نبی ﷺ فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس دوران سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کوئی فتنہ پرور میرے گھر آجائے اور مجھے قتل کرنے کی پوری تیار کرلے (تو کیا کروں)؟ فرمایا:

"آدم علیہ السلام کے (مقتول) بیٹے کی طرح ہو جانا۔"[2]

۷۔ زبان اور قلم کو مکمل کنٹرول میں رکھے

فتنوں کے دور میں اسلحے پر پابندی کے ساتھ ساتھ زبان اور اس سے زیادہ اثر انداز ہونے والے قلم پر بھی مکمل کنٹرول ہونا چاہیے کیونکہ اس کا ذرا سا غلط استعمال 'محرم' سے 'مجرم' بنا دیتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: «وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ»[3]

"اور (فتنوں کے دور میں) اپنی زبان (اور تحریر) پر مکمل کنٹرول رکھو۔"

اگرچہ عام حالات میں بھی کنٹرول ہی ہونا چاہیے مگر فتنہ و فساد کے دور میں اس حوالے سے مکمل احتیاط برتنی چاہیے۔

۸۔ سرگرمیوں کو محدود کردے

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"فتنوں کے دور میں لیٹنے والا، بیٹھنے والے شخص سے، بیٹھا ہوا کھڑے شخص سے، کھڑا ہوا چلنے

---

۱ السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث: ۱۳۸۰

۲ سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۷

۳ سنن ابی داود، حدیث: ۴۳۴۲

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے۔"[1]

یعنی جو شخص جس حد تک دور رہے، اتنا اچھا ہے۔ اسی طرح فتنے کے دور میں گھر تک محدود رہنے کی بھی تلقین نبوی ہے۔[2]

۹۔ عوام یا لوگوں کی فکر چھوڑ دے، بس اپنے آپ کو سدھارے

حدیثِ مبارکہ ہے:

«...وَ عَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَ دَعْ عَنْكَ اَمْرَ الْعَامَّةِ»[3]

"اور (اس پر فتن دور میں) تم بس اپنے آپ کی خصوصی فکر کرو اور لوگوں کی گتھیاں سلجھانے کو چھوڑ دو۔"

۱۰۔ 'نہی عن المنکر' سے رک جائے

جب حالات اس قدر پر فتن ہو جائیں تو پھر اس حدیث پر بھی عمل کرنا چاہیے جس میں ہے:

«وَ خُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَ دَعْ مَا تُنْكِرُ»[4]

"اور جس اچھائی کو تو اچھا جانتا ہے، اسے اختیار کر لے اور جو تجھے ناپسند ہے اسے چھوڑ دے۔"

عمومی حالات میں 'منکر' کو دیکھ کر روکنے کا حکم ہے مگر فتنوں میں 'منکر' سے کنارہ کش ہو جانے کا حکم ہے۔ کیونکہ خدشہ ہے کہ برائی سے روکنے کے باعث اس سے بھی بڑا فتنہ و فساد پھیل جائے۔

مذکورہ اور اس سے ملتی جلتی مزید بھی راہ نمائیاں ہیں جو فتنوں کے دور سے متعلقہ ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ دور آ چکا ہو مگر حفظِ ماتقدم کے تحت اور فتنوں سے دوچار ہونے سے قبل ان کے متعلق جاننا اچھا ہے۔ فتنوں سے دوچار ہونے کے بعد اُن کا پتا چلے تو اس کا کیا فائدہ... اسی لیے تو آپ ﷺ نے بہت پہلے ہی اظہار فرما دیا تھا تاکہ اُمّت فتنوں سے بچ کر رہے۔

---

۱ سنن ابی داود، حدیث: ۴۲۵۶
۲ سنن ابی داود، حدیث: ۴۳۴۲
۳ السلسلۃ الصحیحۃ از شیخ البانی، حدیث: ۲۰۵
۴ سنن أبی داود، حدیث: ۴۳۴۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فاطمہ جلیل فلاحی

رسم ورواج کی پاسداری اور اسلامی شریعت

رسم ورواج سماجی زندگی کی علامت ہوا کرتے ہیں اور تہذیب کے اجتماعی پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر قوم کی انفرادی واجتماعی زندگی میں ان رسوم ورواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور تہذیب وثقافت، اخلاق وعادات، مذہبی عقائد، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

"یہ رسوم درحقیقت مختلف اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ان کے اسباب میں ملک یا علاقے کے مخصوص حالات، جغرافیائی کیفیت، باشندوں کی ذہنی وجسمانی خصوصیات، مذہبی عقائد، تاریخی وسیاسی ارتقا، اقتصادی حالت اور تہذیبی اثرات کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔"[1]

رسمیں کیسے وجود میں آتی ہیں:

رسمیں بالعموم دو طریقوں سے پروان چڑھتی ہیں۔ ایک معاشرتی دباؤ اور دوسرے مذہبی جذبات۔ بعض دفعہ کسی خاص حالت میں اور کسی خاص ضرورت کے تحت ایک کام کیا جاتا ہے اور لوگ اسے حالات وضروریات کے مطابق مفید پاکر اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ یہ عمل رفتہ رفتہ اجتماعی اور پھر روایتی شکل اختیار کرلیتا ہے اور آخر کار معاشرہ کی اجتماعی قوت کی بدولت اس کو رسم یا رواج کی حیثیت حاصل ہوجاتی ہے۔

اسی طرح کچھ مذہبی افراد دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی دیکھا دیکھی اپنے مذہبی جذبات کی تسکین کے لیے کچھ ایسے کام شروع کرلیتے ہیں جو بظاہر دینی اقدار کو جلا بخشنے والے ہوتے ہیں۔ پھر دھیرے دھیرے ان کو ایسی مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ رسم کا درجہ پاجاتے ہیں اور اُن کے حسن وقبح پر غور کیے بغیر ان کی پاس داری کو ضروری سمجھا جانے لگتا ہے۔ مذہبی ومعاشرتی ہر دو طرح کی رسوم

[1] پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج از شاہد حسین رزّاقی: ۲۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں بظاہر کچھ خیر کا پہلو ہوتا ہے اور کچھ شر کا۔ معاشرہ بالعموم خیر وشر میں تمیز کئے بغیر انہیں پورے کا پورا اختیار کرلیتا ہے اور ان کی پاسداری کو ہر حال میں ضروری سمجھتا ہے۔ یہی اس کا سب سے تاریک پہلو ہے۔

تاریخ کا کوئی زمانہ رسوم ورواج اور ان کے اثرات سے خالی نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہر قبیلہ، ہر قوم اور ہر تہذیب میں اسے عمومی دستور العمل کی حیثیت حاصل رہی ہے، انبیاے کرامؑ نے جن شریعتوں کو متعارف کرایا، ان کا بنیادی مقصد انسانی معاشرہ کی تہذیب تھا۔ ان شریعتوں میں بھی مروّجہ رسومات کی قبولیت واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔[1] یہاں تک کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو آخری شریعت متعارف کرائی، ان میں بھی عرب کی متعدد پاکیزہ روایات کو شریعت اسلامی کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اور ان کی پاسداری کو موجبِ اجر وثواب بتایا گیا ہے۔

اسلام کا نقطۂ نظر

اس سلسلے میں اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ جو رسمیں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لیے موزوں ومفید ہیں، اسلام نے اُنہیں اختیار کیا اور ان پر عمل آوری کی ترغیب دی ہے۔ اور جو رسمیں اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں اور انسانی معاشرہ کے لیے مضر ہیں۔ اسلام نے ان کی حوصلہ شکنی کی ہے اور ان کے خاتمے کے لیے تدابیر کی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مکارمِ اخلاق کی تکمیل اور مزامیر کی تکسیر والی احادیث کے حوالے سے تہذیبِ اسلامی کی تشکیل کے اس بنیادی اُصول کو واضح کیا ہے۔[2]

اس بنیادی اُصول کی تطبیق کی بہترین مثال خطبہ حجۃ الوداع ہے جس میں آپ نے بیک وقت کئی جاہلی رسومات کی بیخ کنی کی اور کئی نئی رسموں کی بنیاد ڈالی اور تابندگی بخشی۔ ایک طرف آپ نے عرصۂ دراز سے چلی آرہی سماجی تفریق، انتقامی کارروائی اور سودی لین دین کے یکسر خاتمے کا اعلان کیا تو دوسری طرف جاہلی نظام میں غلام، یتامیٰ اور خواتین جیسے معاشرے کے کمزور طبقات جو اپنے بنیادی

۱ سیرۃ النبی از علامہ سید سلیمان ندوی: ۴/ ۲۳۴

۲ حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۴۹

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حقوق سے بھی محروم تھے، ان کے حقوق متعین کر کے ان کے وقار کو بلند کیا، آخر میں آپ نے تمسک بالکتاب والسنۃ کی تلقین کر کے یہ بات اچھی طرح واضح کر دی کہ جو کام یا رسوم ورواج قرآن وسنت کے مطابق اور انسانی معاشرے کے لیے مفید ہوں گے، صرف انہیں اختیار کیا جائے گا باقی تمام معمولات ورسومات کو اسی معیار پر پرکھ کر ان کے ردو قبول کا فیصلہ کیا جائے گا۔[1]

علما نے قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ اُصول ومعیار مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کی روشنی میں مروّجہ رسومات کا آسانی سے تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ جو رسمیں زمانہ بعید سے چلی آرہی ہیں اور جن میں خیر کا پہلو نمایاں ہے، وہ باقی رکھی جائیں گی۔ اسی حوالہ سے 'عرف وعادت' کو فقہانے شریعتِ اسلامی کے ضمنی مآخذ میں شمار کیا ہے اور اس سے کئی اہم مسائل حل کیے ہیں۔ مثلاً لباس کا مسئلہ ہے جو لباس ساتر ہو اور معاشرے کے شرفا نے جسے اختیار کر لیا ہو، وہی شرعی لباس کہلائے گا۔ ہر ملک، علاقہ اور خطے کا الگ الگ لباس ہو سکتا ہے۔ اور جو رسومات مذہبی عقائد کے خلاف ہوں، یا جن میں اسراف، تفاخر، تکاثر، ریا، تکلیف مالایطاق، کفار سے مشابہت اور معصیت میں تعاون کا پہلو پایا جاتا ہو، ان سے بہر حال چھٹکارا حاصل کیا جائے گا۔

رسوم کے خاتمہ میں تعلیم وتہذیب کا کردار

رسم ورواج کی پاسداری یا اس کی خلاف ورزی میں معاشرے کے تعلیمی اور تہذیبی معیار کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں جہالت اور لاشعوری کا غلبہ ہوتا ہے، وہاں رسومات کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور جس معاشرے میں بیداری، شعور اور تعلیم وتہذیب کا فروغ ہوتا ہے، وہاں رسمیں اپنے آپ دم توڑنے لگتی ہیں۔ یہ اُصول تاریخ کے ہر دور میں کام کرتا رہا ہے، ہندوستانی پس منظر میں ماضی قریب کا جائزہ لیا جائے تو بے شمار ایسی رسومات کا حوالہ ملے گا جو تعلیمی بیداری اور شعور کی پختگی کی وجہ سے مٹتی جارہی ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے زمانے میں مروّجہ صرف پیدائش، شادی اور وفات کی رسومات کا جائزہ لیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔[2] ڈاکٹر محمد عمر نے عہد سلطنت کے جائزہ

---

۱ اصلاح الرسوم وتقویۃ الایمان

۲ اصلاح الرسوم: ۱۰۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

میں کئی سو رسومات گنوائی ہیں۔[1] ان تاریخی حوالوں کے بالمقابل موجودہ زمانے میں الحمدللہ حالات بہتر ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ رسومات کا طلسم آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا ہے۔ ان کی جگہ اسلامی قدریں فروغ پا رہی ہیں۔ اور قرآن وسنت کی پروردہ تہذیب تیزی کے ساتھ اپنے بال وپر پھیلا رہی ہے۔ ان رسومات کے سدباب کی تدابیر سے پہلے مروّجہ رسومات کا مقررہ معیار پر جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کیوں کہ موجودہ زمانے میں بہت سی سماجی ومذہبی رسموں کا خاتمہ ہو گیا ہے تو کچھ نئی رسمیں وجود میں آگئی ہیں جو رسومات اسلام نے متعارف کرائی ہیں، وہ اپنا صحیح مقام نہیں پا رہی ہیں۔ غور وفکر کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک واضح نقطۂ نظر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مروّجہ رسومات کا اسی اعتبار سے ایک تجزیہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پیدائش کے وقت

بچے کی پیدائش خاندان کے لیے عزت وافتخار کا باعث ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسلام نے پانچ باتوں کی ترغیب دی ہے۔ بچے کے کان میں اذان، تحنیک، عقیقہ، عقیقے کے دن بال منڈوا کر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا اور اچھا نام رکھنا، ان تمام رسومات میں نومولود اور خاندان کی بہتری کے عوامل کارفرما ہیں۔ اور ان کی خاص بات یہ ہے کہ یہ سارے کام تعمیل سنت میں خاموشی کے ساتھ انجام دیے جاسکتے ہیں۔ مگر بالعموم دیکھا یہ جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ان رسومات کو کماحقہٗ اہمیت نہیں دی جاتی، اذان اور عقیقہ کی رسم تو دیر سویر ادا ہو جاتی ہے، باقی رسومات کی جگہ نئی چیزوں نے لے لی ہے۔ مثلاً چھٹی، چلّہ دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کا سامان جمع کرنے میں تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہونا ایک فطری امر ہے۔ TV کی نقالی میں مہمل سے نام رکھ کر خوشی محسوس کی جاتی ہے اور اس کی تلاش میں مہینوں تاخیر کر دی جاتی ہے۔ عقیقے کی دعوت اور بچے کی پیدائش کا سامان جمع کرنے اور پہنچانے میں جو شور وغل، دھوم دھام اور لین دین کی خرافات ہوتی ہے، اس سے بیک وقت کئی اسلامی قدریں پامال ہوتی ہیں۔ سنّت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ دولت کے مظاہرے میں تفاخر کا اظہار ہوتا

---

۱ ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر از ڈاکٹر محمد عمر: ۱۹۷۵

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے۔ اور اس کے بڑھتے چلن سے غریب بے چارہ بھی تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہوتا ہے۔

شادی کے وقت

شادی زندگی کا اہم پڑاؤ ہے۔ بہت سے لوگ اسے اُمنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا موقع سمجھتے ہیں۔ جس کے لیے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کی گئی ہیں۔ منگنی، مانجھا، مہندی، بارات، مڑوا، سلامی، نوید اور جہیز وغیرہ جیسی رسموں کو مختلف علاقوں میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور ان کی ادائیگی میں کافی وقت اور خطیر سرمایہ صرف کیا جاتا ہے۔ ان رسموں کا سب سے قبیح پہلو یہ ہے کہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں۔ اس کا اسلامی تہذیب سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور ان میں مرد وزن کا بے محابہ اختلاط بہت سی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ اور معاشرے میں فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس میں نوید، بارات اور جہیز جیسی رسمیں آج بھی تقریباً ہر جگہ رائج ہیں۔ ان رسومات کی ایجاد کا پس منظر بظاہر بہت ہمدردانہ ہے۔ کسی زمانے میں یہ معاشرے کی ضرورت ہوا کرتی تھیں۔ نوید باہمی تعاون کا مظہر تھا، بارات دولہا اور اس کے ساز وسامان کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کی جاتی تھی اور جہیز کو وراثت کا بدل سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں نوید اور بارات کی ضرورت یکسر ختم ہو گئی۔ نوید محض نامطلوب قرض بنتا ہے۔ دولہے کو اب تحفظ کی ضرورت نہیں رہی، بارات محض شان وشوکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہے اور میزبان کو اذیتوں میں مبتلا کرتی ہے۔ اور جہاں تک جہیز کو وراثت کا بدل سمجھنے کا مسئلہ ہے تو یہ صریحاً اسلام کی خلاف ورزی ہے۔ اسلام کے نظام وراثت سے متصادم ہے۔ شادی کے موقع پر جاہلانہ تحائف دے کر بیٹیوں کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

شادی ایک سماجی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ایک عبادت بھی۔ اسلام نے شادی کی ترغیب دی ہے اور اس موقع پر خوشی منانے کی اجازت بھی دی ہے۔ مگر شادی کے جو طور طریقے ہمارے معاشرے میں رائج ہیں۔ اور جن رسومات کی جی جان سے پاسداری کی جاتی ہے، ان میں اکثر تعلیمات اسلام سے متصادم ہیں۔ اسلام رشتوں کے انتخابات میں دین داری کو معیار بنانے، مجمع عام میں نکاح کرنے اور نکاح کے وقت اسلامی احکام کی تلقین کرنے، مہر ادا کرنے اور ولیمہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ان سب میں سادگی اور کفایت شعاری کی خاص طور پر تاکید کی ہے۔

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

«إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً» [1]

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے کم خرچ میں ہو۔"

اسی معیار پر رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد نکاح ہوئے۔ آپ کی چار بیٹیوں کی شادی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اسی اُسوہ پر قائم رہے۔ اس زمانے کی کسی بھی شادی میں دھوم دھام، فضول خرچی، بے جا نمائش کی ایک نظیر بھی نہیں ملتی۔ اسی اُسوہ کی تقلید پر آج بھی شرفا کے یہاں سادگی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر معاشرے میں عام افراد بالخصوص مالدار طبقہ رسوم کی پاسداری اور فضول خرچی میں روز بروز آگے بڑھ رہا ہے۔ اور ان اُمور میں جن روایات کی پاس داری کا اسلام نے خاص طور سے حکم دیا ہے وہ نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ مثلاً رشتوں کے انتخاب میں دین داری کو معیار بنانا، ایجاب وقبول کے وقت بنیادی احکام کی یاد دہانی یعنی خطبۂ نکاح کا اہتمام اور مناسب مقدار میں مہر کی تعیین اور فوری ادائیگی کی تدابیر۔ موجودہ زمانے میں ان باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جب کہ رشتوں میں استحکام کی یہی اصل بنیاد ہیں۔

موت کے بعد

کسی بھی عزیز یا رفیق کا انتقال پسماندگان کے لیے مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر مختلف مذاہب اور مختلف علاقوں میں الگ الگ رسمیں رائج ہیں، ان رسموں کی نگہبانی میں لوگ طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسلام میں میت کی تجہیز و تکفین کا بہت سادہ طریقہ بتایا گیا ہے جس میں میت کا پورا احترام ہے اور پسماندگان کے لیے تسلی کا سامان بھی۔ برادران وطن سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے چند رسمیں اس موقع پر بھی گھڑ لی ہیں۔ مثلاً سوئم، تیرہویں چہلم اور برسی وغیرہ۔ اگرچہ یہ رسمیں ایک مخصوص طبقہ تک محدود ہیں مگر قرآن خوانی کا رواج تقریباً ہر جگہ پایا جاتا ہے اور بڑی عقیدت سے اس کا اہتمام ہوتا ہے، جس میں میت کے انتقال پر محلّہ پڑوس یا مدرسے کے بچوں کو بلا کر قرآنِ مجید پڑھوایا جاتا ہے اور اس موقع پر ان کے لیے ناشتہ وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس اہتمام سے پسماندگان کو تسلی ہو جاتی ہے کہ اُنہوں نے میت کے ایصال ثواب کے لیے کچھ کوشش کر لی اور رشتے

[1] مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۸۲ (اسنادہ ضعیف)

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وتعلق کا کسی قدر حق ادا ہو گیا، مگر یہ امر قابل غور ہے کہ پسماندگان اگر خود قرآن پڑھنا نہیں جانتے، ان کی زندگیاں قرآن سے دور ہیں تو کرائے کے مہمان ان کے یا پسماندگان کے بوجھ کو کچھ بھی ہلکا نہیں کرا سکتے۔ قرآن مجید کا جو مقام و مرتبہ ہے اور اس کے استعمال واستفادے کے جو طریقے بتائے گئے ہیں صرف انہی مواقع اور طریقوں سے اس کا استعمال ہونا چاہیے۔ قرآن شادی وغمی کے مواقع کی زینت بننے کے لیے نازل نہیں ہوا ہے۔

مذہبی رسومات

شریعتِ اسلامی میں صرف دو تہوار مشروع ہیں: ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحی مگر برادران وطن وقفہ وقفہ سے آئے روز تہوار مناتے رہتے ہیں۔ غالباً اسی کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے بھی ۱۵ر شعبان، ۱۲ر ربیع الاول اور دسویں محرم کو تہوار کا دن مان کر بہت سی رسمیں ایجاد کر لی ہیں۔ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت میں بلاشبہ کچھ احادیث وارد ہوئی ہیں اور ان کا تعلق، ذکر، دعا، استغفار اور زیارتِ قبور سے ہے۔ مگر مسلمانوں نے اسے دیپاولی کا متبادل سمجھ کر کھیل تماشہ، آتش بازی اور طرح طرح کے حلوے ملیدہ بنانے اور کھلانے کا دن بنا دیا ہے جو سراسر شریعت اسلامی کے منافی ہے اور کارِ اجر وثواب کے بجائے بدعت واسراف اور ہلاکت خیز ہونے کی بنا پر قابل مؤاخذہ جرم ہے۔

اسی طرح احادیث میں عاشورہ محرم کے روزہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول پاک ﷺ کا معمول تھا کہ پابندی سے اس دن روزہ رکھتے تھے۔ احادیث میں اس کے کئی سبب بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اسی دن اپنے دشمن فرعون اور اس کے حواریوں سے نجات دی۔ اس لیے بنی اسرائیل روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

"ہم لوگ موسیٰ کی پیروی کے زیادہ حقدار ہیں۔"[1]

مگر اب یوم عاشورہ کی پوری تاریخ بدل دی گئی ہے۔ یہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یوم شہادت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جلسہ جلوس، نعرہ بازی، سینہ کوبی، تعزیہ داری اور متعدد رسوم انجام دی جاتی ہیں۔ اور ان

---

۱ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء: ۲۰۰۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کا سلسلہ چالیس روز تک دراز رہتا ہے۔ یہ رسومات زیادہ تر اہل تشیع انجام دیتے ہیں، مگر سنی حضرات کی سرگرم شرکت اس کو کافی تقویت پہنچاتی ہے۔ یوم عاشورا کی حقیقی عظمت کو بدل کر 'شہادت یوم حسینؓ' کے حوالے سے جو کچھ کیا جاتا ہے، اس کا اسلامی اقدار وروایات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۲/ ربیع الاول، یوم ولادت نبوی ﷺ کو کرسمس کے طرز پر منانا، جلوس نکالنا، علم بلند کرنا، سڑکوں پر چراغاں کرنا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرین امت کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔ حضور مقبول ﷺ سے سال میں صرف ایک دن عقیدت ومحبت کا اظہار کرنا اور اس کے لیے دولت و صلاحیت کا بے جا استعمال کرنا مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آپ سے محبت وتعلق اور عقیدت کا اظہار ہر دن اور ہر وقت ہونا چاہیے۔ آپ سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحہ اور ہر مرحلہ میں آپ کی مکمل تابع داری ہو۔ اس دن نبی کریم سے محبت کے اظہار کے لیے آپ کی اتباع کی کامل عزم اور سنتوں پر عمل کا بھرپور اظہار کیا جائے۔ رسومات کو چھوڑ کر سنتوں کو زندہ کرنے کا رواج ہو۔ بدعات ورسومات کی بیخ کنی کرنیوالے ﷺ کے ساتھ نئی رسوم منسوب کرنا ظلم کی ایک شکل ہے۔

انسدادی تدابیر

مختلف مواقع پر جن معیوب اور مضر رسموں کا اوپر تذکرہ آیا، وہ اسلامی معاشرے کے چہرے پر بدنما داغ ہیں۔ ان رسومات کی پاسداری سے اسلامی تہذیب اور مسلم معاشرے کی رسوائی ہوتی ہے۔ اسلام نے جن بلند قدروں کو پروان چڑھانے کی ترغیب دی ہے، وہ نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ دینی عقائد واحکام کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ سب سے بڑھ کر اسراف وفضول خرچی سے جو مالی خسارہ ہوتا ہے، وہ بہت ہی تباہ کن ہوتا ہے، اصحابِ ثروت کی قائم کردہ روایات پر غربا بھی تقلید کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا ہو کر عزت وآبرو تک داؤ پر لگا بیٹھتے ہیں۔ ان رسومات کی خطرناکی اپنی جگہ ظاہر ہے اور ان کے سدباب کے لیے کئی طرح سے کوششیں جاری ہیں۔ حکومتیں قانون سازی کر رہی ہیں، اخبارات ورسائل مضامین وتجزیے شائع کر رہے ہیں۔ ٹی وی سیریل اور سوشل میڈیا کی ویب سائٹوں پر اس کے خلاف برابر مواد آتا رہتا ہے۔ تعلیمی ادارے اپنے نصاب تعلیم اور تربیتی پروگراموں میں خاص توجہ دے رہے ہیں۔ اس کے خاتمے میں سب سے اہم کردار دینی

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تحریکوں اور جماعتوں کا ہے، یہ باقاعدہ اس کے خلاف صف آرا ہیں۔ لٹریچر تیار کر رہی ہیں اور عمومی بیداری کی مہم چلا رہی ہیں۔ الحمد للہ ان سب کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بے شمار رسومات کے نام تک مٹ گئے ہیں۔ جو رسمیں باقی ہیں یا چلائی جا رہی ہیں۔ ان میں جہالت، مادہ پرستی اور نمود و نمائش کی خواہش کا زیادہ دخل ہے۔ ان کے انسداد کے لیے اس تحریک کو مزید مہمیز دینے کی ضرورت ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے لوگ اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں

۔اس میں خواتین کو بھی آگے بڑھ کر اپنا کردار پیش کرنا چاہیے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ رسموں کے بقا اور پاسداری میں خواتین کی خواہش اور اصرار کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ خواتین جب اس کے خلاف صف آرا ہو جائیں گی تو ان شاء اللہ بہت جلد مذموم رسومات سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ اور معاشرہ صحیح اسلامی خطوط پر پروان چڑھنے لگے گا۔ خواتین اس بُرائی کے سدّباب کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کر سکتی ہیں:

① اپنی ذات اور اپنے گھر سے مذموم روایات کے خاتمہ کا اعلان کریں۔ اپنے جذبات پر قابو پائیں۔ ممکن ہے شیطان ورغلائے، معاشرے کی مخالفت کا خوف دلائے، اعزا و اقارب کچھ رسموں کی پاسداری پر اصرار کریں۔ حکمت کے ساتھ اپنے عزم پر قائم رہ کر ان کا خاتمہ کریں اور دوسروں کے لیے نظیر قائم کریں۔

② اپنے گھر اور حلقہ اثر میں بیداری کے لیے کوشش کریں۔ ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ اجتماع کریں۔ ان رسومات کے نقصانات کو بتائیں۔ اور ان کی جگہ سنتوں کو زندہ کرنے کے فائدے بتائیں۔

③ اپنے بچوں کو ایسے اداروں میں تعلیم دلائیں جو اس کے مفاسد کا ادراک رکھتے ہیں۔

④ اس سلسلے میں سب سے بڑا کردار گھر کے ماحول اور بزرگوں کی تربیت کا ہوتا ہے۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پسند کے طریقۂ زندگی کو متعارف کرانے، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے اور مضر رسومات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یاربّ العالمین!

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز لاہور میں عظیم الشان لائبریری
المکتبة الرحمانیة
اساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع
خصوصیات
ہر نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی ودینی کتابیں
بین الاقوامی DDC امریکی سکیم کے تحت مرتب شدہ
لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
قدیم وجدید تحقیقات سے حاصل جدید ایڈیشن
عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
فوٹو کاپی کروانے کی سہولت
اور مسجد کا انتظام
پرسکون ماحول اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں
ایئرکنڈیشنڈ ہال
سہولیات
جملہ اردو وعربی تفاسیر اور علوم قرآن کی تمام کتب
حدیث نبوی، شروح حدیث اور علوم قرآن کے بیشتر مراجع
فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اسلاف کا نادر علمی ورثہ
Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت
اوقات
صبح 9:00 بجے
تا
شام 5:00 بجے
(چھٹی بروز جمعہ)
Designing & Printing: CRYSTAL ART Ltd 0323-7471861
بمقام
ادارہ محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35866396
موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

CPL No. 49
Vol. 47 No.2
Monthly MUHADDIS Lahore
35866476
35866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور ابلاغ انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں مانع کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئینی سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہلی کو دوری سے سلام کر دینا عباد و صالحین کے اوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۴۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے